حضرت امام

علی رضا

علیہ السلام

سیرتِ ائمہؑ پر مستند اور مختصر کتب کا سلسلہ

تحریر: مجلس مصنفین ادارہ در راہِ حق۔ قم (ایران)

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

تحریر:
مجلسِ مصنفین ادارہ "در راہِ حق"
قم۔ ایران

ترجمہ:
سید احمد علی عابدی

یکے از مطبوعات

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان
۲۔ جے۔ ۵/۴ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

نام کتاب ـــــ حضرت امام علی رضاؑ

تالیف ـــــ مجلس مصنفین ادارہ در راہ حق

ترجمہ ـــــ سیّد احمد علی عابدی

کتابت ـــــ حسن اختر، لکھنؤ

ناشر ـــــ دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

تعاون ـــــ ادارۂ در راہ حق

تعداد ـــــ ۲۰۰۰

تاریخ اشاعت ـــــ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ۔ مئی ۱۹۹۱ء

باسمہٖ عزّ شانہٗ

انتساب

- جس نے
  ولیعہدی قبول کرکے عملی طور پر
  بتادیا کہ ــــــــ
  دین سے سیاست اور سیاست دین سے
  جُدا نہیں ہے ــــــــ اور
- جس کی سیاست نے
  مذہب سے "بیگانہ" "سیاست" کو
  ہر محاذ پر
  سرِ میدان شکستِ فاش دی ــــــــ

ــــــــ ثامن الائمہ حضرت امام علی رضا علیہ السّلام
کی خدمتِ اطہر میں
ایک حقیر بضاعت

ناچیز
عابدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وبہ نستعین

ابتدائیہ

درودِ بے پایاں حضرت محمد مصطفےٰؐ پر اور
اُن کی آلِ اطہار پر
اور
بے پناہ عذاب ہو
اُن کے دشمنوں پر !

آفتابِ امامت اپنے بارھویں برج میں ایک خاص اور جُداگانہ شان رکھتا ہے۔ آفتاب جس افق سے بھی طلوع کرے، آفتاب ہے۔ اس کا نور اس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ اس کی گرمی، اس کی تابناکی زندگی عطا کرتی ہے، لق و دق صحراؤں کے خاروں سے لے کر چمنستان کے فلک بوس درختوں تک ہر ایک اس سورج کا محتاج ہے۔ کوئی بھی پیڑ اس کی شعاعوں کے بغیر نمو نہیں کرسکتا۔ کوئی بھی شاخ اس کی تابناکی سے استفادہ کیے بغیر پھل دار نہیں ہوسکتی۔ ہاں آفتاب، آفتاب ہے۔ اگر ہماری اس دُنیا میں آفتاب نہ ہو تو موت ہے، فنا ہے، نیستی ہے۔

ہمارے معصوم ائمہ علیہم السّلام کی امامت، معنوی دُنیا کے نظام میں اور حیاتِ اسلام کی بقاء کے لئے بالکل آفتاب، اس کے نور اور اس کی شعاعوں کے مانند ہے۔ یہ بُزرگ ہستیاں، مخصوص شرائط میں، مختلف حالات میں، وقت کی گوناگوں ضرورتوں میں، آفتاب کی طرح چمکتی و دمکتی رہیں۔ اور اپنے پیروکاروں کی ہدایت و پرورش میں منہمک رہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے دور کے مخصوص تقاضوں کے لحاظ سے نور پھیلاتی رہیں۔ اس طرح کہ بعض نے میدانِ کارزار میں دلیرانہ کارنامے انجام دیئے اور خون سے ساری دُنیا تک پیغام پہونچا دیا۔ بعض نے منبرِ درس سے معارفِ اسلامی کے نشر و اشاعت کی ذمّہ داری سنبھالی، بعض نے ظالم و جابر بادشاہوں اور حکمرانوں کے قید خانوں میں قید و بند کی زندگی گذاری، مگر اپنی پیکار سے دست بردار نہیں ہوئے ــــــــ یہ اشخاص ہر حال میں اور ہر جگہ آفتاب کی طرح رہے، اور مسلمانوں کی بیداری اور پرورش میں مسلسل کوشاں رہے۔ اگر حالات اور وقت کی مناسبت کی بناء پر ان افراد کے عمل میں کچھ تفاوت نظر آتا ہے تو وہ افراد جنھیں بصیرت کا کچھ بھی حصّہ ملا ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سب مقصد و ہدف میں متحد تھے۔ ہر ایک کا مقصد صرف خدا تھا اور اس کا راستہ، اس کے دین کی ترویج اور اس کی کتاب کی تبلیغ اور اس کے بندوں کی ہدایت و پرورش ــــــــ!

ہمارے ائمہ علیہم السّلام ــ باعتبارِ عصمت و امامت ــ جو انھیں سے مخصوص تھی ــ اور علم و حکمت، جو امامت کا لازمہ اور عطیہ خداوندی ہے اور خداوند عالم کی تائید اور خاص عنایت کی بناء پر یہ تمام حضرات اپنے

زمانے کی ضرورتوں اور اس کی خصوصیات کو ہر ایک سے بہتر جانتے تھے اور ہر عہد میں ہر ایک سے زیادہ رہبری کی راہ و رسم سے واقف تھے اور اس حقیقت سے وہ لوگ بخوبی واقف ہیں جو حقیقی اور غیر تحریف شدہ اسلام کے معتقد ہیں، اور امامت کے بارے میں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کا تعین فرمان خدا اور ارشاد پیغمبرؐ سے ہوتا ہے، اور جو واقعۂ غدیر پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارے ائمہ علیہم السلام کی پوری زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جو ان کے علم و حکمت کی حکایت کرتے ہیں۔

سماج کے تمام اطراف و جوانب پر گہری نظر، رفتار زمانہ کی مکمل معرفت روز قیامت تک رونما ہونے والے واقعات کا احاطہ۔ یہ وہ باتیں تھیں جن کی بنا پر ہمارے ائمہ علیہم السّلام وقت کی نزاکتوں کے مطابق مقصد الٰہی کی حفاظت اور تبلیغ کے لئے صحیح ترین اور دقیق ترین راہ کا انتخاب فرماتے تھے۔ نمونہ کے لئے یہ مثال بہت مناسب ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السّلام نے تمام خطرات سے بے پرواہ ہو کر اپنی امامت و خلافت کا اعلان فرمایا۔ وہ افراد جو امامؑ کے اعلان سے امام علیہ السلام کے بارے میں خوف زدہ تھے۔ امام علیہ السلام نے ان سے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"اگر ابو جہل نے پیغمبر اسلامؐ کا ایک بال بیکا کر لیا ہوتا تو ہارون مجھے بھی نقصان پہونچا سکتا ہے"۔

امام علیہ السّلام کو اس بات کا علم تھا کہ امام علیہ السلام کی شہادت ہارون کے نجس ہاتھوں سے واقع نہیں ہو گی، انھیں علم تھا کہ ان کی عمر کا کافی حصّہ

ابھی باقی ہے۔ یہ تاریخی حقائق ائمہ معصومین علیہم السلام کی شناخت اور معرفت کے سلسلے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

آٹھویں امام حضرت علی رضا علیہ السّلام اس زمانے میں زندگی گذار رہے تھے جس وقت بنی عباس کی ناپاک سیاست اپنے عروج پر تھی کیونکہ خاندان بنی عباس کے سلسلہ حکومت میں ہارون و مامون سے بڑھ کر کوئی اور اتنا "عظیم بادشاہ" نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بنی عبّاس کی سیاست ائمہ معصومین علیہم السلام کے زمانے میں اور خاص کر امام رضا علیہ السّلام کے بعد مکر و فریب، نفاق اور ظاہر داری سے بھرپور رہے۔ یہ افراد اگرچہ خاندانِ امامت کے خون کے پیاسے تھے، لیکن علویوں کی شورش اور ہنگاموں سے محفوظ رہنے کے لئے شیعوں اور ایرانیوں کی موافقت حاصل کرنے کے لئے یہ ظاہر کرتے تھے کہ ان کے تعلقات خاندانِ امیر المومنین علیہ السلام سے کافی گہرے اور صمیمانہ ہیں تاکہ اس طرح انکی حقانیت بھی ثابت ہوتی رہے۔ مکر و فریب کی اس سیاست کا عروج مامون کے دورانِ حکومت میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

مامون کی مکر و فریب سے بھرپور سیاست کے مقابلے میں امام رضا علیہ السلام نے اپنے عمل سے وہ بے مثال روش اختیار کی جس سے مامون کی ساری امیدوں پر پانی پھر جائے اور ساری ملتِ اسلامیہ حقیقت سے نزدیک بھی ہو جائے، اور ہر ایک پر یہ حقیقت روشن ہو جائے کہ خداوند عالم کی صحیح خلافت اور حقیقی نمائندگی کے حقدار صرف ائمہ علیہم السلام ہیں کسی اور کے لئے یہ منصب اور عہدہ زیب نہیں دیتا ہے۔

جیسا کہ ہم دیگر ائمہ معصومین علیہم السّلام کے حالاتِ زندگی کے

بارے میں عرض کر چکے، اگر ہم ان باتوں پر غور کریں تو یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ بنی اُمیہ اور بنی عبّاس کے خلفاء ائمہ علیہم السلام پر کڑی نظر رکھتے تھے، اور لوگوں کو ان سے ملنے سے روکتے تھے، اور ان کی مسلسل کوشش یہ رہتی تھی کہ ائمہ علیہم السّلام ہمیشہ گم نام رہیں اور کہیں پر اُن کا تذکرہ بھی نہ ہونے پائے۔ لہٰذا جب بھی کسی امام کو شہرت حاصل ہو جاتی تھی، یا عوام کی توجہات کا مرکز امام کی ذات ہو جاتی تھی تو فوراً اس امام کو قتل کر دیا جاتا تھا یا پھر زہر دے دیا جاتا تھا۔

امام علیہ السلام نے ولیعہدی مجبوراً قبول فرمائی تھی اور جن شرائط کے ساتھ امام علیہ السلام نے ولی عہدی قبول فرمائی تھی وہ قبول نہ کرنے کے برابر تھی۔ بہر حال ساری ملّتِ اسلامیہ میں یہ بات باقاعدہ مشہور ہو گئی تھی کہ مامون نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام سے بہتر کوئی اور خلافت و امامت کا سزاوار نہیں ہے۔ مامون نے امام کی خدمت میں خلافت کی پیش کش کی تھی۔ لیکن امام نے خلافت قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، اور مامون کے بے پناہ اصرار کے بعد شرائط کے ساتھ ولیعہدی قبول فرمائی ہے ———— اگر ان تمام باتوں کو غور سے دیکھا جائے تو یہ ساری باتیں روشِ امام کے مطابق تھیں اور خلفاء کی سیاست کو ناکام بنا رہی تھیں۔

بہت مناسب ہوگا اگر اس مسئلہ کو مسئلہ شوریٰ سے تشبیہ دی جائے جس میں خلیفۂ دوم نے زبردستی امیر المومنین علیہ السّلام کو شریک کیا تھا اور جس کے فیصلے کو اُمّت پر تھونپ دیا گیا تھا، اور حسنِ اتفاق یہ کہ خود امام رضا علیہ السّلام نے ولی عہدی کے مسئلہ کو مسئلہ شوریٰ سے تشبیہ

دی ہے۔

خلیفۂ دوم نے آخری وقت یہ حکم دیا کہ ایک مجلسِ شوریٰ ترتیب دی جائے، جس میں عثمان، طلحہ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر اور امیر المومنین علی علیہ السلام شریک ہوں۔ یہ چھ افراد اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کریں، اور جو مخالفت کرے اسے قتل کردیں۔ منصوبہ کچھ اس طرح تیار کیا گیا تھا کہ علی علیہ السلام خلافت سے محروم رہ جائیں۔ کیونکہ سب جانتے تھے کہ خلافت صرف علی علیہ السلام کا حق ہے، اور جب دوسرا منتخب ہو جائے گا تو علی علیہ السلام مخالفت کریں گے اور اس طرح وہ قتل کر دیے جائیں گے اور اس طرح ان کا قتل جائز قرار پا جائے گا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کے بعض اصحاب نے حضرت سے دریافت کیا کہ جب آپ کو یہ معلوم تھا کہ خلافت آپ کو نہیں مل سکے گی تو آپ نے اس شوریٰ میں کیوں شرکت فرمائی۔؟

حضرت نے ارشاد فرمایا:۔ رسولؐ خدا کے انتقال کے بعد عمر نے ایک (جھوٹی) حدیث کا سہارا لے کر اعلان کیا کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "نبوت و امامت دونوں ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں"۔ (یعنی اپنے خیال میں مجھے خلافت سے دور رکھنا تھا اور مجھے خلافت کے لئے سزاوار نہیں جانتے تھے) اور اس وقت جب عمر نے خود یہ پیش کش کی تھی کہ میں اس شوریٰ میں شرکت کروں یعنی میں خلافت کیلئے سزاوار ہوں، میں نے صرف اس لئے شوریٰ میں شرکت کی تا کہ یہ ثابت کردوں کہ عمر کا یہ اقدام خود اس کی جعل کردہ حدیث

کے مطابق نہیں ہے۔

امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی سے ایک عظیم فائدہ یہ ہوا کہ وسیع و عریض ملتِ اسلامیہ کے ہر فرد کو یہ معلوم ہوگیا کہ خلافت کے لئے شائستہ تر کون حضرات ہیں، اور مامون نے خود اپنے عمل سے کس عظیم حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ اس سفر میں جو امام نے مدینہ سے مرو تک فرمایا، اس میں امام علیہ السلام مختلف شہروں سے گذرے اور لوگوں سے ملاقات کی اس زمانہ میں جب آمد و رفت کے وسائل محدود تھے اور ذرائع ابلاغ بھی کافی مختصر تھے، جس کی وجہ سے لوگ بہت سی باتوں سے محروم تھے، اس سفر میں لوگوں نے امامؑ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور خود اپنی آنکھوں سے حق کا مشاہدہ کیا۔ جو اثرات نمایاں ہوئے وہ خود اپنی جگہ قابل بحث و گفتگو ہیں۔ بطور نمونہ شہر نیشاپور میں حدیث سننے کے لئے لوگوں کا اژدہام اور شہر مرو میں نماز عید کے لئے لوگوں کا اشتیاق سفر کے مثبت اثرات میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ شہر مرو میں مختلف مذاہب و مذاق کے علماء اور دانشوروں سے امام کی ملاقات، ان سے علمی گفتگو، بحث و مناظرہ، جس سے امام علیہ السلام کی علمی حیثیت ہر ایک پر نقش ہو جاتی ہے اور مامون کے وہ تمام منصوبے بیکار ہو جاتے ہیں جو اس نے امام علیہ السلام کی حقارت کے لئے تیار کئے تھے ــــــــ یہ چیزیں سیاست امامؑ کے مثبت اثرات ہیں جن کو بیان کرنے کے لیے تفصیل درکار ہے۔

بہرحال ہر ایک امام کی زندگی کے مطالعہ کے لئے ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ جس طرح سے پیغمبروں

کے حالات زندگی اور ان کے اعمال کو جن کا سرچشمہ وحی الہٰی ہے، بادشاہوں، ظالموں، سیاست دانوں کے حالات زندگی سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ اس معیار پر پرکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ائمہ علیہم السّلام کے حالات زندگی کو عادی افراد کے حالات زندگی کے معیار پر نہیں پرکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اوصیاء اور ائمہ علیہم السلام کا رشتہ سبھی پیغمبروں کی طرح خدائے وحدہٗ لاشریک سے مستحکم تھا۔ یہ حضرات زمین پر خدا کی حجت اور اس کے نمائندے تھے۔

مجلس مصنفین
ادارۂ در راہِ حق
قم۔ ایران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسم مبارک ——— علی
لقب ——— رضا
والد بزرگوار ——— حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام
والدۂ گرامی ——— نجمہ خاتون
تاریخ ولادت ——— ۱۱ ذیقعدۃ الحرام ۱۴۸ھ
تاریخ شہادت ——— آخر ماہ صفر ۲۰۳ھ
قبر مطہر ——— مشہد مقدس۔ (ایران)

ماہ ذیقعدہ ۱۴۸ھ کی گیارہ تاریخ تھی کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے گھر میں ایک بچہ متولد ہوا (۱) جس نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ایمان، علم اور امامت کی تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت حاصل کی۔ اس فرزند کا نام "علی" رکھا گیا اور جو "رضا" کے لقب سے مشہور ہوا۔

ان کی والدہ گرامی کا اسم مبارک "نجمہ" تھا (۲)، جو اپنے زمانے کی سب سے زیادہ عقلمند، باایمان اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ (۳)، ہمارے تمام ائمہ علیہم السلام بہترین اور برترین افراد کی اولاد تھے اور انھوں نے بافضیلت اور باعظمت ماؤں کی آغوش میں پرورش پائی ہے۔

۱۸۳ھ میں مامون کے قید خانہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی

شہادت واقع ہوئی، اس وقت امام علی رضا علیہ السلام منصب امامت پر فائز ہوئے اور اس وقت آپ کی عمر مبارک ۳۵ سال کی تھی۔ آپ کی امامت بھی دیگر ائمہ معصومین علیہم السلام کی طرح رسولؐ خدا کی تعیین و تصریح اور اپنے والد ماجد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی معرفی سے دوسروں پر ثابت ہوئی۔ قید ہونے سے پہلے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے آپ کو پہچنوا دیا تھا کہ آپ کی شہادت کے بعد خدا کی آٹھویں حجت اور امام برحق کون ہے تاکہ حق کے خواہاں اور پیروانِ راہِ راست گمراہ نہ ہوں اور صراط مستقیم سے منحرف نہ ہونے پائیں۔

"مخزومی" کا کہنا ہے کہ: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہم کو بلوایا اور فرمایا:

— "آیا تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم لوگوں کو کیوں بلایا ہے"؟

— "نہیں"!

— "اس لئے بلایا ہے تاکہ تم لوگ اس بات پر گواہ رہو کہ میرا یہ فرزند — امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا — میرا وصی اور میرا جانشین ہے"۔ (۴)

"یزید بن سلیط" کا بیان ہے کہ: میں عمرہ بجالانے مکہ جا رہا تھا۔ راستے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ میں نے حضرت کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اس جگہ کو آپ پہچانتے ہیں۔؟

— فرمایا: ہاں، تم بھی اس جگہ کو پہچانتے ہو۔؟

— عرض کیا ہاں۔ میں نے اپنے والد کے ہمراہ آپ اور آپ کے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس جگہ ملاقات کی تھی۔

اس وقت آپ کے دوسرے بھائی آپ کے ساتھ تھے۔ میرے والد نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں، آپ سب ہی ہمارے امام ہیں اور کوئی موت سے آزاد نہیں ہے۔ آپ ایسی چیز ارشاد فرمایئے تاکہ میں دوسروں کے لئے بیان کر سکوں، اور وہ گمراہ نہ ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے ابوعمارہ! یہ سب میرے فرزند ہیں اور ان میں سب سے بزرگ یہ ہیں ——— یہ کہہ کر آپ کی طرف اشارہ فرمایا تھا ——— ان میں علم، فہم اور سخاوت ہے، وہ تمام چیزیں جن کی ضرورت لوگوں کو پیش آئے گی ان سب کا انھیں علم ہے اور وہ تمام دینی و دنیاوی امور جن کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے ان سب سے یہ آشنا ہیں، بہترین اخلاق کے مالک ہیں، اور خداوند عالم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں۔

اس وقت میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:— میرے والدین آپ پر نثار ہو جائیں، آپ بھی مجھے اپنے والد ماجد کی طرح اس حقیقت سے آگاہ فرمائیں (اور آپ کے بعد امام کون ہوگا اس کی معرفی فرمایئے)

امام ——— پہلے تو آپؑ نے امامت کے بارے میں بیان فرمایا، اور اس حقیقت کی وضاحت فرمائی کہ امامت ایک امر الٰہی ہے اور خدا و پیغمبر کی طرف سے اس کا تعین ہوتا ہے ——— اس وقت ارشاد فرمایا:——— "الامر الی ابنی علیؑ سمی علیؑ و علیؑ۔" میرے بعد امام میرے فرزند "علیؑ" ہوں گے، اور وہ امام اوّل علی ابن ابی طالب علیہ السّلام اور چوتھے امام

علی بن الحسین علیہ السّلام کے ہم نام ہوں گے۔

اس وقت اسلامی معاشرہ پر سخت پابندیاں و دشواریاں حکم فرما تھیں اسلئے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی گفتگو کے آخر میں "یزید بن سلیط" سے فرمایا:۔ "جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو امانت کی طرح اپنے پاس محفوظ رکھنا اور صرف ان لوگوں سے بیان کرنا جن کی صداقت کا تمھیں یقین ہو"۔

یزید بن سلیط کا کہنا ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی شہادت کے بعد امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، قبل اس کے کہ میں کچھ عرض کرتا امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "اے یزید! میرے ساتھ عمرہ کرنے چل رہے ہو۔"؟

عرض کیا۔ "میرے والدین آپ پر فدا ہو جائیں جیسا آپ فرمائیں لیکن اس وقت میرے پاس سفر خرچ نہیں ہے"۔

فرمایا: "تمام اخراجات میں برداشت کروں گا"۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا جس جگہ امام صادق اور امام کاظم علیہما السلام سے ملاقات کی تھی وہاں پہونچا۔ امام کاظم علیہ السلام سے ملاقات اور ان سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ سب میں نے تفصیل سے امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کر دیا۔" (۵)

اخلاقِ امامؑ

ہمارے تمام ائمہ علیہم السلام لوگوں میں اور ان کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ عملاً ان کو زندگی، پاکیزگی، عزت و شرافت کی تعلیم دیتے تھے ائمہ علیہم السّلام کی زندگیاں دوسروں کے لئے عملی نمونہ تھیں۔ اگرچہ

امامت کی بلند و بالا منزلت ائمہ علیہم السّلام کو دوسروں سے بالکل جُدا اور ممتاز کر دیتی تھی اور یہ تمام حضرات خدا کے منتخب بندے اور زمین پر اس کی حجت تھے لیکن ان تمام خصوصیات کے باوجود ان حضرات نے کبھی بھی اپنے لئے دربان معین نہیں کیا، اور نہ کبھی لوگوں سے الگ ہو کر تنہائی کی زندگی بسر کی۔ جابر و ظالم حکمرانوں کی طرح اپنے لئے کوئی خاص روش انتخاب نہیں فرماتے تھے۔ لوگوں کو ہرگز اپنا غلام نہیں بناتے تھے اور نہ کبھی ان کو ذلیل و خوار کرتے تھے، بلکہ ان کی عزّت کرتے تھے، اور ان کو حریت و آزادی کی تعلیم دیتے تھے۔

"ابراہیم بن عباس" کا بیان ہے کہ "میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ امام رضا علیہ السلام نے بات میں کسی پر ظلم کیا ہو، اور یہ بھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی کی بات تمام ہونے سے پہلے کاٹ دی ہو۔ کسی ضرورت مند کی ضرورت اگر پوری کر سکتے ہوتے تو اس کو رد نہیں کرتے تھے۔ دوسروں کے سامنے پاؤں نہیں پھیلاتے تھے، کبھی بھی کسی غلام سے سختی سے بات نہیں کی۔ آپ کی ہنسی قہقہہ نہ ہوتی بلکہ مسکراہٹ ہوتی تھی، جس وقت دسترخوان چنا جاتا تھا اس وقت گھر کے تمام لوگوں کو جمع کرتے تھے یہاں تک کہ اپنے خادموں کو بھی اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے تھے اور وہ سب امام کے ہمراہ کھانا کھاتے تھے۔ رات میں جاگتے زیادہ تھے اور سوتے کم تھے، اکثر اوقات آپ صبح تک بیدار رہتے تھے، بہت زیادہ روزہ رکھتے تھے اور ہر مہینہ کے تین روزے کبھی ترک نہیں فرماتے تھے[1] پوشیدہ طور سے

[1] ان تین روزوں سے مراد یہ تین روزے ہیں: ہر مہینہ کا پہلا پنجشنبہ (جمعرات) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زیادہ کارِ خیر کرتے تھے اور زیادہ کارِ خیر میں رقم فرماتے تھے اور اکثر رات کی تاریکی میں مخفی طور سے فقیروں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ (۶)

"محمد بن ابی عباد" کا بیان ہے کہ:۔ حضرت کا بستر گرمیوں کے دنوں میں چٹائی تھا اور جاڑے کے موسم میں رُوئی کا ــــــ حضرت گھر میں موٹا اور گاڑھے کا لباس زیب تن فرماتے تھے، لیکن جب آپ کسی اجتماع میں شرکت فرماتے تھے (تو عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے) اور اپنے کو سنوارتے تھے۔ (۷)

ایک رات امام کے گھر ایک آدمی مہمان تھا، گفتگو کے دوران چراغ میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی۔ مہمان نے چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر چراغ کو ٹھیک کر دے لیکن امام نے مہمان کو یہ کام نہ کرنے دیا بلکہ ہاتھ بڑھا کر خود چراغ ٹھیک کر دیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم ایک ایسے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنے مہمانوں سے کام نہیں لیتے ہیں۔ (۸)

امام غسل کرنے حمام تشریف لے گئے، وہاں ایک شخص جو امامؑ کو نہیں پہچانتا تھا، امام سے کہنے لگا کہ امام اس کی میل نکال دیں۔ امام نے اسکی بات قبول کرلی، اور میل نکالنے میں مصروف ہو گئے۔ دوسرے لوگوں نے اس شخص کو بتایا کہ یہ امام رضا علیہ السّلام ہیں۔ یہ معلوم کر کے وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور امام سے معذرت چاہنے لگا۔ لیکن امام اسی طرح اپنے کام میں مشغول رہے اور اس کو دلاسہ دیتے رہے کہ کوئی بات نہیں۔ (۹)

(بقیہ حاشیہ ص۱۱) درمیانی چہار شنبہ (بدھ) اور ہر مہینہ کا آخری پنجشنبہ (جمعرات) ان روزوں کے بارے میں ائمہ معصومین علیہم السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ ہر مہینہ ان تین دنوں میں روزہ رکھے وہ اس شخص کے مانند ہے جو سال بھر روزہ رکھے

ایک شخص نے امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ: "قسم خدا کی، اس روئے زمین پر کوئی بھی عزّت و شرافت میں آپ کے آباؤ اجداد کے برابر نہیں ہے۔"

امام نے فرمایا: "تقویٰ اور پرہیزگاری نے انھیں شرافت عطا کی، اور خداوند عالم نے انھیں باعزت قرار دیا۔ (۱۰)

شہر "بلخ" کے رہنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ خراسان کے سفر میں امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ ایک روز دسترخوان بچھا ہوا تھا، امام نے اپنے تمام خادموں کو اس دسترخوان پر جمع کرلیا تھا، یہاں تک کہ سیاہ فام غلام بھی اس دسترخوان میں شریک تھے، تاکہ سب امام کے ساتھ کھانا کھائیں۔

میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ، بہتر ہوگا کہ آپ ان لوگوں کے لئے دوسرا دسترخوان بچھا دیں اور وہاں یہ لوگ کھانا کھائیں۔

امام نے فرمایا: "خاموش رہو! سب کا پروردگار ایک ہے، سب کے والدین ایک ہیں (سب ہی حضرت آدم و حوّا کی اولاد ہیں) ۔ اور ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا۔" (۱۱)

امام کے خادم "یاسر" کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السّلام نے ہم سے فرمایا تھا کہ، اگر میں تمھارے سرہانے کھڑا ہوں (اور تم کو کسی کام کے لئے بلاؤں) اور اس وقت تم لوگ کھانا کھا رہے ہو تو کھانا تمام کئے بغیر مت اٹھا کرو، یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات ایسا ہوتا تھا کہ امام ہم لوگوں کو بلاتے تھے اور ہم کہہ دیتے تھے کہ ہم کھانا کھانے میں مشغول ہیں۔ امام فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو کھانا کھانے دو۔ (۱۲)

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ امام علیہ السلام کی خدمت اقدس میں ایک غریب حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں آپ کے دوستوں میں سے ہوں اور آپ کے آباؤ اجداد کو دوست رکھتا ہوں۔ میں اس وقت حج سے واپس آرہا ہوں اور میرا سفر خرچ ختم ہو چکا ہے۔ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو اتنے پیسے مجھے مرحمت فرمادیں کہ میں اپنے گھر پہونچ جاؤں، اور گھر پہونچ کر اسی کے برابر رقم آپ کی طرف سے فقیروں میں تقسیم کردوں۔ میں اپنے گھر میں فقیر نہیں ہوں، اس وقت میں سفر میں ہوں اس لئے مفلس ہو گیا ہوں

امام علیہ السلام ایک دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے اور دو سَو دینار لائے اور اس شخص کو آواز دی اور دروازے کے اوپر سے ہاتھ بڑھا کر فرمایا کہ یہ دو سَو دینار لے لو یہ تمہارا سفر خرچ ہے اور اس سے برکت حاصل کرو، اور اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اس کے برابر رقم تم میری طرف سے فقرا میں تقسیم کرو۔

وہ شخص دینار لے کر چلا گیا۔ امام علیہ السلام اس کمرے سے پھر اپنی پہلی جگہ واپس تشریف لے آئے۔ لوگوں نے امام سے سوال کیا کہ آپ نے یہ طریقہ کیوں اختیار فرمایا کہ دینار لیتے وقت وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔؟

فرمایا: "اس لئے تاکہ سوال کرنے کی شرمندگی اس کے چہرے پر میں نہ دیکھ سکوں۔"

ہمارے ائمہ معصومین علیہ السلام اپنے ماننے والوں کی پرورش اور تربیت میں صرف گفتار پر اکتفا نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کے اعمال پر بھی نظر رکھتے تھے اور ان سے جو لغزشیں ہوتی تھیں ان کی طرف اُن کو

متوجہ کرتے تھے تاکہ دوبارہ ان سے لغزش سرزد نہ ہو اور وہ راہ راست سے منحرف نہ ہونے پائیں اور آنے والوں کے لئے ایک درس ہو۔

"سلیمان جعفری"۔ آپ کا شمار امام رضا علیہ السلام کے اصحاب میں ہوتا ہے۔ آپ کا بیان ہے کہ میں بعض امور کے سلسلے میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں تھا۔ جب میرا کام ختم ہو گیا میں نے چاہا کہ امام سے اجازت لوں اور چلوں۔ امام نے فرمایا: "آج کی شب تم ہمارے پاس رہو۔"

غروب آفتاب کا وقت تھا کہ امام کے ہمراہ امام کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ امام کے خادم گھر کی تعمیر میں مشغول تھے۔ امام نے ان کے درمیان ایک نئے شخص کو دیکھا اور دریافت فرمایا: "یہ کون ہے"؟

غلاموں نے کہا: "یہ ہماری مدد کر رہا ہے ہم اسے کچھ دے دیں گے"۔

فرمایا:۔ "تم نے اس کی مزدوری معین کی ہے"؟

غلاموں نے کہا: "نہیں! جو کچھ بھی دے دیں گے اُسے یہ قبول کر لے گا"۔

یہ سن کر امام کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور غصّے کے آثار آپ کے چہرۂ مبارک پر نمایاں ہو گئے۔ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ اپنے کو اتنا زیادہ پریشان نہ کیجیے۔

فرمایا: میں نے ان سے بارہا کہا ہے کہ کسی سے بھی اس کی مزدوری معین کئے بغیر کوئی کام نہ لیں۔ اگر کوئی شخص مزدوری طے کئے بغیر کوئی کام انجام دے گا، تو اگر تم اس کو مزدوری کے تین گُنا برابر بھی مزدوری دو گے تب بھی وہ یہی خیال کرے گا کہ اس کو مزدوری کم ملی ہے۔ لیکن

اگر مزدوری طے کرنے کے بعد اس سے کام لوگے اور اس کو وہی طے شدہ مزدوری دوگے تب وہ خوش رہے گا کہ اس کو کچھ کم نہیں ملا ہے، بلکہ قرارداد کے مطابق مزدوری ملی ہے۔ اور اگر طے شدہ مزدوری سے ذرا زیادہ دوگے خواہ وہ زیادتی کتنی ہی کم ہو تو اس صورت میں وہ زیادہ خوش حال ہوگا اور تمہارا شکریہ بھی ادا کرے گا۔ (۱۴)

"احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی" کا شمار حضرت امام رضا علیہ السلام کے عظیم اصحاب میں ہوتا ہے۔ بزنطی کا بیان ہے کہ میں امام کے تین اور اصحاب کے ہمراہ امام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ہم ایک مدت امام کی خدمت میں رہے۔ جب ہم لوگ واپس جا رہے تھے تو امام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "اے احمد تم بیٹھے رہو۔"

میرے ساتھی امام کی خدمت سے رخصت ہو گئے اور میں امام کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ میرے ذہن میں جو سوالات تھے وہ میں نے امام کی خدمت میں عرض کئے اور امام نے ان سب کے جوابات مرحمت فرمائے اس وقت رات کا کافی حصہ گذر چکا تھا، میں نے چاہا کہ میں امام سے اجازت لوں اور رخصت ہوں، امام نے مجھ سے فرمایا کہ "اس وقت جاؤ گے یا ہمارے پاس رہو گے۔"

عرض کیا: "جیسا آپ ارشاد فرمائیں۔ اگر حکم دیں تو یہیں رہ جاؤں اور اگر فرمائیں تو چلا جاؤں۔"

فرمایا: رہ جاؤ، اور یہ ہے بستر (ایک لحاف کی طرف اشارہ کیا) امام اپنے کمرے میں تشریف لے گئے۔ میں مارے شوق کے سجدے

میں گر گیا، اور سجدے میں کہنے لگا "خدایا شکر ہے تیرا کہ تیری حجت علوم انبیاء کے وارث نے ان تمام لوگوں میں مجھ سے اتنا زیادہ اظہار محبت فرمایا ہے"۔

ابھی میں سجدے ہی میں تھا کہ میں نے محسوس کیا کہ امام میرے کمرے میں واپس تشریف لے آئے ہیں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ امام نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دبایا، اور فرمایا: ــــــــ

"اے احمد! امیر المومنین علیہ السلام "صعصعہ بن صوحان" (جو مولائے کائنات کے نزدیک ترین افراد میں سے تھے) کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب امیر المومنین علیہ السلام واپس آنے لگے تو فرمایا، اے صعصعہ! یہ جو میں تمہاری عیادت کے لئے آیا ہوں اس سے اپنے دوسرے بھائیوں پر فخر نہ کرنا ــــ میری عیادت اس بات کا سبب قرار نہ پائے کہ تم اپنے کو دوسروں سے بہتر سمجھنے لگو۔ خدا سے ڈرو اور پرہیزگار بنو۔ خدا کے لئے تواضع اور انکساری کرو تاکہ وہ تمہیں بلندی اور عظمت عطا کرے"۔ (۱۵)

امام علیہ السلام نے اپنی اس گفتار اور عمل سے یہ نصیحت کی کہ کوئی چیز بھی تربیت نفس اور پاکیزگیٔ اخلاق سے بہتر نہیں ہے۔ کوئی بھی امتیازی حیثیت غرور اور تکبر کا سبب نہ بننے پائے۔ یہاں تک کہ امام علیہ السلام سے نزدیکی اور قرب بھی اس بات کا سبب نہ ہو کہ انسان اس کے ذریعہ دوسروں پر فخر و مباہات کرے، اور اپنے میں برتری کا احساس کرنے لگے۔

روشِ امامؑ اور دربارِ خلافت

حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام اپنی امامت کے دوران ہارون رشید اور اس کے دو فرزند "امین" اور "مامون" کے خلافت کے دور سے گذرے۔ ہارون رشید کی خلافت کے آخری دس سال اور امین اور مامون کی خلافت کے پانچ پانچ سال۔

امامؑ ہارون کے زمانے میں

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام علی رضا علیہ السلام نے اپنی امامت کا آغاز فرمایا، اور بغیر کسی خوف وہراس کے اُمّت کی رہبری فرمائی۔ ہارون کے زمانے میں سیاسی حالات اس قدر تیرہ وتاریک تھے کہ امام علیہ السلام کے بہت ہی نزدیک اصحاب اس بات سے ڈر رہے تھے کہ امام علیہ السلام کی یہ جرأت مندانہ رہبری ان کی زندگی کے لئے کہیں خطرہ نہ بن جائے۔

"صفوان بن یحییٰ" کا بیان ہے کہ، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام رضا علیہ السلام نے ایک تقریر کی۔ تقریر کچھ اس طرح کی تھی کہ ہمیں حضرتؑ کی زندگی کی طرف سے تشویش ہوگئی۔ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مولا آپ نے ایک عظیم حقیقت کا

اظہار فرمایا ہے۔ ہمیں اس طاغوت (ہارون) سے ڈر ہے کہ وہ آپ کو کوئی اذیت نہ پہونچائے"۔
فرمایا: "وہ جتنی بھی کوشش کر ڈالے لیکن مجھ پر دست رسی پیدا نہیں کر سکتا ہے"۔ (۱۶)

"محمد بن سنان" کا بیان ہے کہ: "ہارون کی خلافت کے دوران ہم نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ نے اپنی امامت کا اعلان فرمایا ہے اور اپنے والد کی جگہ پر تشریف فرما ہوئے ہیں۔ درانحالیکہ ابھی بھی ہارون کی تلوار سے خون ٹپک رہا ہے"۔
فرمایا: مجھے جس چیز نے جرأت عطا کی ہے وہ پیغمبر اسلامؐ کا یہ فرمان ہے کہ "اگر ابوجہل میرا ایک بال بھی بیکا کر سکے تو گواہ رہنا کہ میں پیغمبر نہیں ہوں"۔ اور میرا کہنا یہ ہے کہ "اگر ہارون میرا ایک بال بھی بیکا کر پائے تو گواہ رہنا کہ میں امام نہیں ہوں"۔ (۱۷)
ویسا ہی ہوا بھی جیسا کہ امام نے فرمایا تھا، کیونکہ ہارون کو اتنی فرصت ہی نہ ملی کہ وہ امام علیہ السلام کے لئے کوئی خطرہ پیدا کر سکتا۔ ایران کے مشرقی علاقے میں جو ہنگامے برپا ہوئے، اس سلسلے میں ہارون کو اپنی فوج کے ساتھ خراسان جانا پڑا۔ اس سفر میں ہارون بیمار پڑ گیا، اور آخر کار ۱۹۳ھ میں شہر طوس میں اس کا انتقال ہو گیا، اور اس کے وجودِ پلید و نجس سے اسلام اور مسلمان دونوں ہی محفوظ ہو گئے۔

امامؑ امین کے دور میں

ہارون کی ہلاکت کے بعد خلافت کے مسئلے میں امین و مامون کے درمیان اختلافات رونما ہو گئے۔ ہارون نے اپنے بعد امین کو اپنا جانشین اور خلیفہ معین کیا تھا اور امین سے یہ عہد لیا تھا کہ اس کے بعد مامون خلیفہ ہوگا۔ اس کے علاوہ امین کے دوران حکومت صوبۂ خراسان کا مامون والی اور حاکم ہوگا۔ لیکن ہارون کے انتقال کے بعد ۱۹۴ھ میں امین نے مامون کو اپنی ولی عہدی سے معزول کر دیا، اور اپنے فرزند موسیٰ کو مامون کی جگہ نامزد کر دیا۔ (۱۸)۔ اس کے بعد امین و مامون کے درمیان خونی جنگ چھڑ گئی جس کے نتیجہ میں ۱۹۸ھ میں امین قتل کر دیا گیا اور اس کی جگہ مامون مکمل طور سے خلیفہ بن گیا۔

اس دوران جب خلافت کے لئے دونوں بھائیوں میں جنگ ہو رہی تھی اور دونوں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے، امام علیہ السّلام نے اس فرصت سے استفادہ کیا اور بہت ہی اطمینان سے لوگوں کی تربیت ہدایت فرماتے رہے اور ان کو علم و حکمت کی تعلیم دیتے رہے۔

امامؑ مامونؔ کے دور میں

خلفائے بنی عباس میں مامون سب سے زیادہ پڑھا لکھا، اور سب سے زیادہ چالاک اور عیار و مکار تھا، فقہ اور دیگر علوم میں بھی اچھی خاصی معلومات

رکھتا تھا اور اس وقت کے علماء سے بحث و مناظرہ کیا کرتا تھا۔ اس زمانے کے جدید علوم سے بھی باقاعدہ واقف تھا جس کی بنا پر وہ اپنی "انسان دشمنی" کو آگے بڑھاتا رہا تھا، وہ ہرگز دین کا معتقد اور پابند نہ تھا عیش و طرب، فسق و فجور اور دوسرے بداعمالیوں میں وہ دوسرے خلفاء سے کہیں آگے تھا، البتہ دوسرے خلفاء کے مقابلہ میں زیادہ محتاط تھا اور ریاکار اور مکار تھا، عوام فریبی میں ماہر تھا، اپنی حکومت کے استحکام کے لئے بسا اوقات فقہاء سے بھی بحث و مناظرہ کرتا رہتا تھا اور دینی مسائل کے بارے میں گفتگو کرتا تھا۔

"قاضی یحییٰ بن اکثم" جو ایک پست، ذلیل اور فاسق و فاجر انسان تھا، اس سے مامون کی بہت زیادہ گاڑھی چھنتی تھی۔ مامون کی یحییٰ سے گہری دوستی مامون کی بے دینی اور اس کے فسق و فجور کی بہترین دلیل ہے۔ یحییٰ بن اکثم ایک ایسا شخص تھا، جس کے فسق و فجور کے قصے اور جس کی پستی و رذالت کی باتیں ہر ایک کی زبان پر تھیں، وہ ایسے ایسے اعمال کا ارتکاب کرتا تھا جس کی شرح سے قلم قاصر ہے، مامون نے ایسے شخص کو اپنا دوست بنایا تھا۔ یحییٰ مامون کے سفر و حضر اور خلوت و جلوت کا ساتھی تھا اور ان دونوں کا نام ایک ساتھ لیا جاتا تھا۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ "قاضی القضاۃ" جیسا عظیم اور حساس منصب مامون نے یحییٰ کے سپرد کر دیا تھا اور اسکے علاوہ ملکی امور میں بھی وہ یحییٰ سے اکثر مشورے لیا کرتا تھا۔[۱]

---

[۱] اس سلسلے میں تاریخ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے جنھوں نے مامون اور یحییٰ بن اکثم کے حالات تحریر کیے ہیں، مثلاً مسعودی کی "مروج الذھب" اور تاریخ ابن خلکان"۔

ان تمام باتوں کے علاوہ ظاہری طور پر علم و دانش کا اچھا خاصا رواج ہوا۔ علماء اور دانشمندوں کو مرکز خلافت میں دعوت دی جاتی تھی۔ مامون کی طرف سے علماء اور دانشمندوں کی جو حوصلہ افزائی کی جاتی تھی اس کی بنا پر دانشمند مامون کے گرد جمع ہونے لگے۔ بحث و مناظرے کے جلسات کثیر ہوا کرتے تھے۔ اس وقت محفلوں میں اکثر علمی مباحث چھڑے رہتے تھے علم و دانش کا بازار گرم تھا۔

اس کے علاوہ مامون اس بات میں بھی کوشاں رہتا تھا کہ ایسے کام انجام دے جس سے وہ شیعوں کو اپنے قریب کرسکے اور اپنے بارے میں ان کا اعتماد حاصل کر سکے۔ اسی بنا پر کبھی وہ مولائے کائنات امیرالمومنین علیہ السلام کی فضیلت اور برتری کی باتیں کرتا اور یہ ثابت کرتا کہ پیغمبر اسلامؐ کی وفات کے بعد خلافت کے لئے سب سے زیادہ سزاوار شخصیت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شخصیت تھی۔ معاویہ پر لعنت کرنے کو اس نے رسمی شکل دے دی تھی۔ "فدک" جو فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا حق تھا، جس کو غصب کر لیا گیا تھا اسے علویوں کو واپس کرنے کی کوشش کی۔ ظاہری طور سے علویوں کے ساتھ خوش اخلاقی، حسن سلوک اور رحم دلی سے پیش آتا تھا۔ (۱۵)

ہارون کے زمانے میں جو ظلم و ستم کا رواج تھا اور عوام جو حکومت سے بدظن ہو گئے تھے ان کے خیالات خلیفہ کے حق میں نہ تھے۔ جس کی بنا پر حکومت کو انقلاب کا خطرہ لاحق تھا۔ مامون نے اس بات کی کوشش کی کہ عوام کو خوش رکھا جائے تاکہ عوام انقلاب برپا نہ کرنے پائیں اور خود تخت حکومت پر جما رہے۔ لہذا وقت کا اہم تقاضا یہ تھا کہ ایسے کام انجام دئے جائیں

تاکہ عوام راضی رہیں اور لوگوں کے حق میں جو ظلم ہوا اس کا بھی جبران ہونا ہے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ وہ اپنے آپ کو مصلح ظاہر کرے اور لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھادے کہ وہ دوسرے خلفاء کی طرح نہیں ہے بلکہ ان سے مختلف ہے۔.......

امامؑ اور ولیعہدی

امین کی ہلاکت کے بعد مامون مطلق العنان خلیفہ بن گیا اور تخت حکومت کا بلاشرکت غیرے مالک بن گیا، جس وقت مامون نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اس وقت ملکی حالات کافی حساس تھے، بغداد جو بنی عباس کا دارالخلافہ تھا اور جہاں اس سے پہلے امین کی حکومت تھی، بغداد کے رہنے والے، خاصکر بنی عباس امین کے وفادار تھے اور وہ "مرو" میں مامون کی حکومت کو مناسب نہیں سمجھتے تھے اور مامون کی حکومت ان کے مصالح کے خلاف تھی، ان امور کی بنا پر مامون کی حکومت بہت زیادہ مستحکم نہیں تھی اور خاص کر بغداد میں اور زیادہ متزلزل تھی، اس کے علاوہ علویوں کی شورش اور ہنگامے مامون کی حکومت کو دہلائے ہوئے تھے اور ان سے مامون کی حکومت کو سخت خطرہ لاحق تھا۔ ۱۹۹ھ میں "محمد بن ابراہیم طباطبا" جو علویوں میں ایک جانی مانی شخصیت کے مالک تھے اور ان کے محبوب ترین فرد تھے، انھوں نے "ابوالسرایا" کی مدد سے قیام کیا، اس کے علاوہ عراق اور حجاز میں بھی علویوں کے دوسرے گروہ نے بھی قیام کیا۔ جس زمانے میں امین اور مامون ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے اور حکومت میں ضعف پیدا ہو گیا تھا اس فرصت سے بھی علویوں

نے استفادہ کیا اور بعض شہروں پر قبضہ جمالیا ــــ کوفہ سے یمن تک تقریباً ہر جگہ ہی ہنگامے برپا تھے۔ مامون نے بے پناہ کوشش سے ان حالات پر قابو پایا[۵]...... اس کے علاوہ اس بات کا بھی قوی امکان تھا کہ ایرانی علویوں کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ ایرانی مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے خاندان کے معتقد تھے اور اس اعتقاد کو شرعی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ شروع شروع میں بنی عباس جب بنی امیہ سے برسرِپیکار تھے تو بنی عباس نے ایرانیوں کے اسی اعتقاد سے فائدہ اٹھایا تھا اور خاندانِ پیغمبرؐ کی بظاہر محبّت کا دم بھر کر ایرانیوں کی ہمدردیاں اپنے ساتھ لی تھیں اور انھیں بھی بنی امیہ کے خلاف برسرِپیکار کردیا تھا۔

مامون بہت ہی چالاک اور عیار تھا، اس کو اس بات کی کافی فکر تھی کہ کس طرح اپنی حکومت کو مستحکم کرے اور اس کے متزلزل ستونوں کو کس طرح مضبوط کرے۔ اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر امام رضا علیہ السلام کو ولیعہد بنادیا جائے تو اس کی حکومت خود بخود مستحکم ہو جائے گی۔ کیونکہ جب امام رضا علیہ السلام ولیعہد ہو جائیں گے تو علوی اس سے راضی ہو جائیں گے اور ان کی شورش اور ہنگامے متوقف ہو جائیں گے اور اس طرح ایرانی بھی اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور اس کی خلافت قبول کرلیں گے۔

یہ بات صاف، واضح اور روشن ہے کہ امام رضا علیہ السلام کو خلافت یا

---

۵ اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ابو الفرج اصفہانی کی "مقاتل الطالبین" اور محدث قمی کی "تتمۃ المنتہی" اور دوسری تاریخ کی کتابیں۔

ولی عہدی سپرد کرنا صرف ایک سیاسی چال تھی، ورنہ جو خلافت وحکومت کے حصول کے لئے اپنے بھائی امین کو قتل کرادے اور خود اپنی شخصی زندگی میں ہر قسم کے فسق وفجور کا خوگر ہو وہ یکایک اتنا زبردست دیانت دار اور متقی وپرہیزگار کیونکر بن سکتا ہے کہ خلافت وحکومت سے دستبردار ہو جائے۔ مامون کی یہ پیش کش اگر صرف ایک سیاسی چال اور مکر وفریب نہ ہوتی اور اس پیش کش میں ذرا بھی خلوص اور سچّائی ہوتی تو ہرگز امام رضا علیہ السلام اس پیش کش کو رد نہ کرتے، کیونکہ امام رضا علیہ السلام سے بہتر کوئی بھی منصب خلافت وحکومت کے لئے سزاوار نہ تھا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے تاریخی شواہد موجود ہیں جس سے یہ بات واضح ہے کہ مامون کی اس پیشکش میں ذرا بھی خلوص نیت اور صداقت نہ تھی، ہم بطور مثال صرف چند شواہد کی طرف اشارہ کرتے ہیں:۔۔۔۔۔

- مامون نے امام رضا علیہ السلام پر اپنے جاسوس مامور کردیے تھے تاکہ وہ امام پر کڑی نظر رکھیں اور ہر ایک بات مامون کے گوش گذار کرتے رہیں۔ جاسوسوں کی ماموریت خود اس بات کی دلیل ہے کہ مامون کی نیت میں خلوص نہ تھا اور وہ امامؑ کی طرف سے بالکل مطمئن نہ تھا۔

اسلامی روایات میں یہ روایت ملتی ہے کہ:۔۔۔۔۔

"ہشام بن ابراہیم راشدی" امامؑ سے بہت زیادہ نزدیک تھے آپ ہی امامؑ کے امور انجام دیا کرتے تھے لیکن جب امام "مرو" تشریف لے گئے تو اس وقت ہشام نے مامون کے وزیر "فضل بن سہل ذوالریاستین" سے ربط وضبط پیدا کیا اور تعلقات استوار کئے یہاں تک کہ جو کچھ ہشام کو معلوم تھا وہ سب اس نے فضل سے

دُہرا دیا۔ مامون نے ہشام کو امام کے لئے حاجب و دربان معین کیا، تمام عمومی روابط کی ذمہ داری ہشام کے سپرد تھی۔ ہشام صرف ان لوگوں کو امامؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دیتا تھا جسے وہ خود مناسب خیال کرتا تھا۔ ہشام امام علیہ السلام پر کافی سختی کرتا تھا، امامؑ کے جاننے والے اور امامؑ کے دوست امامؑ سے ملاقات نہیں کرپاتے تھے، جو کچھ گفت گو امامؑ گھر میں فرماتے تھے ہشام وہ سب باتیں مامون تک پہونچا دیتا تھا"........ (۲۰)

○ مامون کو امام علیہ السلام سے کس حد تک دُشمنی تھی اس کا تذکرہ "اباصلت" نے ان الفاظ میں کیا ہے :

"جب علماء اور دانشمندوں سے بحث و مناظرہ ہوتا تھا تو امام علیہ السلام ان سب پر غالب آجاتے تھے اور لوگوں کی زبانوں پر یہ حقیقت ہوتی کہ خدا کی قسم منصب خلافت کے لئے امامؑ زیادہ سزاوار ہیں۔ یہ ساری باتیں مامون کے معین کردہ جاسوس اس تک پہونچا دیتے تھے"۔ (۲۱)

○ جس وقت امام علیہ السلام خراسان میں مامون کے پاس تھے، اس وقت "جعفر بن محمد بن الاشعث" نے امام علیہ السّلام کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ :

"میرے خطوط پڑھنے کے بعد جلا دیا کیجئے تاکہ وہ کسی دوسرے کے ہاتھ نہ پڑنے پائیں"۔ امام علیہ السلام نے جعفر کے اطمینان کے لئے ارشاد فرمایا، "میں ان خطوط کو پڑھنے کے بعد

جلا دیتا ہوں۔"........ (۲۲)

○ جس زمانے میں امام رضا علیہ السلام ظاہراً ولیعہد اور مامون کے پاس تھے۔ "احمد بن محمد بزنطی" کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔۔۔۔۔

"تم نے جو مجھ سے ملاقات کی اجازت مانگی ہے تو اس وقت مجھ سے ملاقات کرنا دشوار ہے۔ یہ لوگ آج کل میرے اوپر کافی سختی کر رہے ہیں، لہٰذا ان دنوں ملنا ممکن نہیں ہے لیکن انشا اللہ جلد ملاقات ہو گی۔"........ (۲۳)

○ ان تمام باتوں کے علاوہ بعض اوقات مامون نے اپنے با اعتماد دوستوں اور اقربا کی محفل میں اپنی پلید نیت کی وضاحت کی ہے اور صراحتہً بیان کیا ہے کہ امام علیہ السلام کو ولی عہد کیوں بنایا ہے۔

مامون کے درباریوں میں سے "حمید بن مہران" اور خاندان بنی عباس کے دوسرے افراد نے مامون کی اس بات کی سخت سرزنش اور ملامت کی کہ اس نے کیوں امام رضا علیہ السلام کو ولی عہد منتخب کیا۔

اس اعتراض کا جواب مامون نے ان الفاظ میں دیا کہ:۔۔۔۔۔

"........ یہ ہماری نظروں سے پوشیدہ اور دُور۔ تھے اور لوگوں کو اپنی طرف بلا رہے تھے، ہم نے ان کو اپنا ولی عہد اس لئے بنایا ہے کہ ان کی دعوت ہمارے لئے ہو اور وہ ہماری سلطنت و خلافت کا اعتراف کریں، اور ان کے عاشقوں پر یہ بات عیاں ہو جائے کہ جس چیز کا وہ دعویٰ کر رہے تھے وہ ان میں موجود

نہیں سا ہے۔ یہ خلافت ہمارا خاص حق ہے ان کا نہیں۔
ہمیں اس بات کا ڈر تھا کہ اگر ہم انھیں آزاد چھوڑ دینگے
تو وہ ایسا انقلاب برپا کر دیں گے جس پر ہم قابو نہ پا سکیں گے
اور ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے جس کے مقابلہ کی ہم میں
طاقت نہ ہو"..... (۲۴)

ان حقائق سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ مامون نے امام رضا علیہ السلام کو جو ولی عہدی سونپی تھی اس میں خلوص نیت اور صداقت کا ہرگز گذر نہ تھا البتہ یہ صرف ایک سیاسی حربہ تھا۔ اس کی دلی تمنا یہ تھی کہ امام علیہ السلام کو اپنے رنگ میں رنگ لے اور ان کے دامن تقویٰ اور فضیلت کو داغدار کر دے ــــــ لیکن امام علیہ السلام نے خلافت اور ولیعہدی دونوں پیش کش کو اس طرح قبول نہیں فرمایا جو مامون کا منشا تھا اور مامون اس سے حسب دلخواہ فائدہ اٹھا سکتا ــــــ کیونکہ اگر امام علیہ السلام خلافت کو قبول فرما لیتے تو اس صورت میں مامون کی شرط یہ ہوتی کہ ولیعہد کا منصب میرے سپرد ہو، تو اس صورت میں پہلے تو وہ اپنی حکومت شرعی رنگ دے کر حق ثابت کرتا اور پھر بعد میں خفیہ طور سے امام کو قتل کرا دیتا۔ اور اگر امام علیہ السلام بلا شرط ولی عہدی کو قبول فرما لیتے تب بھی مامون کی خلافت اور حکومت کی حقانیت ثابت ہو جاتی۔

امام رضا علیہ السلام نے درحقیقت ایک تیسری راہ انتخاب فرمائی۔ اگرچہ امام علیہ السلام نے مجبوراً ولی عہدی قبول فرمائی کہ مامون کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے اور مامون اس عمل سے اپنی حکومت کی حقانیت اور شرعیت

ثابت نہ کر سکا، بلکہ ہر ایک پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ وہ ایک ظالم حکمران ہے اور کسی طرح بھی اس منصبِ خلافت کے لئے موزوں نہیں ہے۔

"مدینے" سے "مرو" تک

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مامون نے اپنے سیاسی اغراض کے تحت اور علویوں کو راضی کرنے کے لئے جن میں ہمیشہ شجاع، دلیر، متقی اور پرہیزگار افراد کثرت سے موجود تھے، اور وہ ایرانی جو اہلِ بیت علیہم السلام کے شدت سے معتقد تھے۔ ان تمام لوگوں کی رضایت حاصل کرنے اور ان لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے مامون نے یہ ارادہ کیا کہ وہ امام رضا علیہ السلام کو "مرو" سے بلائے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ امام علیہ السلام کا معتقد ہے اور علویوں کو دل سے چاہتا ہے۔ مامون ظاہرداری میں اتنا زیادہ ماہر تھا کہ بعض اوقات بعض سادہ لوح شیعہ اس کے فریب میں آجاتے تھے، اسی بناء پر امام رضا علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب سے جن کے بارے میں احتمال تھا کہ وہ مامون کی ظاہر داری کے دامِ فریب میں آسکتے ہیں اور مامون کی ریاکاری ان پر اثر انداز ہوسکتی ہے، ارشاد فرمایا: ـــــ

"اس کی باتوں میں نہ آنا، اس کے دامِ فریب میں گرفتار نہ ہوجانا خدا کی قسم! مامون کے علاوہ کوئی اور میرا قاتل نہ ہوگا، لیکن مجبور ہوں کہ صبر کروں تاکہ وقت آپہونچے"۔ (۲۵)

امام رضا علیہ السلام کو ولی عہد بنانے کے لئے مامون نے ۲۰۰ھ میں یہ حکم دیا کہ امام کو مدینہ سے مرو لایا جائے۔ (۲۶)

مامون کے مخصوص فرستادہ "رجاء بن ابی الضحاک" کا بیان ہے کہ :۔

"مامون نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں مدینہ جاؤں اور امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کو لے چلوں اور مجھے اس بات کا بھی حکم دیا تھا کہ میں دن رات ان پر نظر رکھوں اور ان کی نگرانی کا کام میں خود انجام دوں اور کسی کے سپرد نہ کروں۔

مامون کے حکم کے مطابق میں مدینہ سے مرو تک مسلسل امامؑ کے ساتھ تھا قسم ہے خدا کی کہ میں نے ان سے زیادہ پرہیزگار اور ان سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ کسی کو یادِ خدا میں اتنا غرق نہیں دیکھا"۔ (۲۷)

ضحاک کا یہ بھی بیان ہے کہ :۔

مدینہ اور مرو کے درمیان جس شہر سے بھی ہم گذرے وہاں کے لوگ امام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور دینی مسائل کے بارے میں سوال کرتے تھے، امام علیہ السلام ہر ایک کو قانع کنندہ جواب مرحمت فرماتے تھے اور سند کے لئے امام اپنے آباء و اجداد اور پیغمبر اسلامؐ کی احادیث ان کے لئے بیان فرماتے تھے .... (۲۸)

"ابوہاشم جعفری" کا بیان ہے کہ :۔

"رجاء بن ابی الضحاک" امام علیہ السلام کو اہواز کے راستے سے لے جا رہا تھا۔ جب امام علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبر مجھ تک پہونچی تو میں اہواز آ گیا اور امام علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنے آپ کو پہچنوایا۔ یہ پہلا موقع تھا

جب مجھے امام علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا یہ موسم گرما کی انتہائی شدت کا زمانہ تھا، امام علیہ السلام مریض ہو گئے تھے، امام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ایک طبیب کو بلاؤ۔

میں طبیب کو لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے ایک مخصوص پتی طبیب کو بتائی۔ طبیب نے عرض کیا کہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا اس پتی کو نہیں پہچانتا ہے۔ آپ کو اس کا علم کیونکر ہوا۔ یہ پتی اس زمانے میں اور اس سرزمین پر موجود نہیں ہے۔

امام نے فرمایا: "گنّا مہیا کرو"۔

عرض کیا: اس زمانے میں گنّے کا پیدا کرنا اس پتی سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ یہ گنّے کا موسم نہیں ہے"۔

فرمایا: "یہ دونوں ہی چیزیں اسی موسم میں اور تمھاری ہی سرزمین پر موجود ہیں۔ ان کے ساتھ ـــــ ابوہاشم کی طرف اشارہ فرمایا ـــــ ہند کی طرف جاؤ اور اس سے ذرا آگے جاؤ وہاں تمھیں ایک خرمن کا انبار ملے گا۔ اس طرف جاؤ، وہاں تمھیں ایک سیاہ شخص ملے گا، اس سے گنّے اور پتی کا پتہ دریافت کرو"۔

ابوہاشم کا بیان ہے کہ جو راستہ امامؑ نے معین فرمایا تھا اس پر روانہ ہوئے۔ ہم نے گنّا مہیا کیا، اور امام کی خدمت میں لائے۔ امامؑ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

طبیب نے مجھ سے دریافت کیا۔ "یہ شخص کون ہے"؟

میں نے کہا۔ "یہ سردار انبیاءؐ کے نورِ نظر ہیں"۔

"کیا پیغمبروں کے اسرار و علوم سے کچھ ان کے پاس ہے؟"
میں نے کہا۔ "ہاں۔ اس قسم کی چیزیں ان سے دیکھی ہیں۔ لیکن یہ خود پیغمبر نہیں ہیں"۔
اس نے کہا۔ "پس وصی پیغمبر ہیں۔؟"
میں نے کہا۔ "ہاں یہ وصی پیغمبر ہیں"۔
جب اس واقعہ کی خبر رجا ابن ابی الضحاک تک پہونچی تو اس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اگر امام یہاں رہ گئے تو سارے لوگ انہی کی طرف ہو جائیں گے اس لئے امام کو زیادہ دن اہواز میں رہنے نہ دیا اور جلد ہی کوچ کا نقارہ بجا دیا گیا۔ (۲۹)

امامؑ نیشاپور میں

وہ خاتون جس کے دادا کے گھر امام رضا علیہ السلام نیشاپور میں تشریف فرما ہوئے تھے' اس کا بیان ہے کہ:۔
"امام رضا علیہ السلام نیشاپور میں تشریف لائے اور شہر کے مغربی محلہ "لاشاباذ" میں میرے دادا "پسندہ" کے گھر میں تشریف فرما ہوئے۔ میرے دادا کو "پسندہ" اس لئے کہا جاتا ہے کہ امام علیہ السلام نے ان کے گھر کو پسند فرمایا تھا۔
امام علیہ السلام نے میرے گھر کے ایک گوشہ میں بادام بویا تھا۔ امامؑ کی برکت سے وہ ایک ہی سال میں پورا درخت ہو گیا اور اس میں پھل آ گئے لوگ اس کے بادام سے شفا حاصل کرتے تھے۔ جو بیمار اس بادام کو شفا کی

نیت سے کھاتا تھا اس کو شفا حاصل ہو جاتی تھی ''.... (۲۰)

امام علیہ السلام کے بہت ہی نزدیکی صحابی ''اباصلت ہروی'' کا بیان ہے کہ: میں امام علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ جس وقت آپ نیشاپور سے روانہ ہو رہے تھے اس وقت آپ ایک خاکستری رنگ کے خچر پر سوار تھے۔ ''محمد بن رافع''۔ ''احمد بن الحرث''۔ ''یحییٰ بن یحییٰ'' اور ''اسحٰق بن راہویہ'' اور دوسرے علماء امام کے گرد جمع تھے اور اس خچر کی لگام اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے، اور امام سے عرض کر رہے تھے کہ آپ کو اپنے پاک و پاکیزہ آباء و اجداد کی قسم آپ ہمارے درمیان ایک ایسی حدیث بیان فرمایئے جسے آپ نے اپنے والد ماجد سے سنا ہو۔

امام نے محمل سے سر باہر نکالا اور فرمایا:

''حَدَّثَنَا اَبِی الْعَبْدُ الصَّالِحُ مُوسَی بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی الصَّادِقُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی اَبُو جَعْفَرِ بْنُ عَلِیٍّ بَاقِرُ عُلُومِ الْاَنْبِیَاءِ، قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ سَیِّدُ الْعَابِدِیْنَ، قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی سَیِّدُ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَلْحُسَیْنُ، قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی عَلِیُّ بْنُ اَبِی طَالِبٍ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ، قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ (ص) یَقُوْلُ سَمِعْتُ جَبْرَئِیْلَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهُ: اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِیْ، مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ بِشَهَادَةِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِالْاِخْلَاصِ دَخَلَ فِیْ حِصْنِیْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ''

''میرے والد جو خدا کے بہترین بندے تھے انھوں نے مجھ سے بیان فرمایا کہ ان کے والد ماجد جعفر بن محمد الصادق نے اپنے والد محمد

بن علی باقر علوم انبیاء سے، اور انھوں نے اپنے والد ماجد علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ سے، انھوں نے اپنے والد ماجد سردار جوانانِ جنت امام حسینؑ سے کہ انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسُول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ آنحضرت ارشاد فرما رہے تھے کہ انھوں نے جبرئیلؑ کو کہتے ہوئے سُنا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ" میں خدائے واحد ہوں کہ میرے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔ میری عبادت کرو، تم میں سے جو کوئی اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دے کہ" اللہ" کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا، اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔" (۳۱)

" اسحٰق بن راھویہ" جو خود اس مجمع میں شریک تھے، ایک دوسری روایت میں یوں بیان کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ:۔" لا الٰه الا الله حصنی فمن دخل حصنی آمن من عذابی"۔ تو تھوڑی دُور چلنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ:۔ بشروطھا وانا من شروطھا" (۳۲) ــــ وہ ایمانِ توحید جو انسان کو عذابِ خداوندی سے محفوظ رکھتا ہے اس کی چند شرطیں ہیں اور ان جملہ شرائط میں سے ائمہ علیہم السلام کی ولایت اور امامت کا اقرار اور اس کا عقیدہ بھی ایک شرط ہے۔

تاریخ کی دوسری کتابوں میں ملتا ہے کہ جس وقت امام رضا علیہ السّلام اس حدیث کو بیان فرما رہے تھے، اس وقت شہر نیشاپور (جو اس وقت صوبۂ خراسان کے بڑے شہروں میں شمار ہوتا تھا اور وہاں کافی زیادہ

آبادی تھی۔ یہ شہر بعد میں مغلوں کے حملوں سے ویران و برباد ہو گیا) میں اس قدر لوگ جمع ہو گئے تھے کہ شائقان امام جو امام کی زیارت کے لئے بے چین تھے ان کے گریہ کی آوازیں اتنی زیادہ بلند تھیں کہ ایک مدت تک کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ علما اور قاضیانِ شہر لوگوں کو خاموش کرنے کے لئے چیخ رہے تھے۔ اے لوگو! خاموش ہو جاؤ، پیغمبر خدا کی ذریت کو اذیت نہ دو، خاموش ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ۔

آخر امام علیہ السّلام نے اسی شور و ہنگامہ میں حدیث بیان فرمائی۔ اس وقت ۲۴ ہزار افراد قلم و کاغذ لئے ہوئے امام کے الفاظ کو لکھنے کے لئے آمادہ تھے۔ (۳۳)

"ہروی" کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نیشاپور سے باہر تشریف لائے اور "دہ سرخ"[1] نامی دیہات میں امام علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا گیا کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے۔

امامؑ سواری سے اُتر پڑے اور پانی طلب کیا۔ وہاں ہمارے پاس پانی نہ تھا، امامؑ نے اپنے دستِ مُبارک سے تھوڑی سی مٹی کھودی اور ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ امام علیہ السلام نے اور تمام ساتھیوں نے وضو کیا۔ اس چشمہ کے اثرات آج تک پانی میں باقی ہیں۔ (۳۴)

جب امام علیہ السلام "سناباد" پہونچے تو وہ پہاڑ، جس کے پتھر سے لوگ برتن بناتے تھے، اس پر امام علیہ السلام نے تکیہ فرمایا، اور فرمایا:۔

خداوندا! لوگوں کو اس پہاڑ سے فائدہ پہونچا، اور ہر وہ چیز جو اس

---

[1] دہ سرخ، شریف آباد سے نصف فرسخ اور مشہد مقدس سے ۹ فرسخ پر واقع ہے۔
(منتخب التواریخ ص ۵۲۴)

پہاڑ سے بنے ہوئے برتن قرار پائے اس میں برکت عطا فرما۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ اس پہاڑ کے پتھر سے بنی ہوئی ایک پتیلی امام کے لئے مہیا کی جائے اس وقت امام نے فرمایا کہ ان کا کھانا صرف انھیں پتیلیوں میں پکایا جائے[۱] حضرت بہت ہی سادہ غذا تناول فرماتے تھے اور کم تناول فرماتے تھے۔(۳۵)

شہر طوس میں امام علیہ السلام "حمید بن قحطبہ طائی" کے مکان میں تشریف فرما ہوئے اور وہ بقعہ جس میں ہارون رشید دفن تھا اس میں قیام فرمایا[۲] ہارون کی قبر کے ایک طرف ایک خط کھینچا اور فرمایا:

"ھذہ تربتی وفیھا ادفن وسیجعل اللہ ھذا المکان مختلف شیعتی واھل محبتی"۔(۳۶)

"یہ میری تربت ہے، یہیں میں دفن کیا جاؤں گا اور عنقریب خداوند عالم اس جگہ کو میرے شیعہ اور میرے دوستوں کی زیارت گاہ اور مرکز آمد و رفت قرار دے گا۔"

بہر حال امام علیہ السلام "مرو" پہونچ گئے اور مامون نے امام علیہ السلام کو ایک خاص گھر میں اور ہر ایک سے الگ ٹھہرایا اور کافی احترام کیا۔(۳۷)

---

[۱] اس پہاڑ کے پتھر سے جو برتن بنائے جاتے ہیں ان کا آج بھی کافی احترام کیا جاتا ہے اسی پتھر سے اور بھی بہت ساری چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ یہ چیزیں مشہد کی خاص سوغات ہیں اور مشہد کے تمام لوگ اس پہاڑ سے اس کی برکت سے باقاعدہ واقف ہیں۔

[۲] اسی جگہ پر اس وقت امام رضا علیہ السلام کی قبر مطہر ہے۔

مامون کی پیش کش

جب امام علیہ السلام "مرو" پہونچ گئے، اس وقت مامون نے امامؑ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کر: ــــــ

"میرا ارادہ ہے کہ میں خلافت سے کنارہ کش ہو جاؤں اور یہ منصب آپ کے سپرد کر دوں، اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے"؟

امام نے یہ پیش کش قبول نہیں فرمائی۔ مامون نے دوبارہ یہ پیغام بھیجا کہ "اگر میری پہلی پیش کش قبول نہیں فرمائی ہے تو آپ ولیعہدی کا منصب قبول فرمائیں۔ امام علیہ السلام نے مامون کی یہ دوسری پیش کش بھی شدت سے ٹھکرا دی۔ مامون نے امام علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور تنہائی میں گفتگو کی، اس وقت مامون کا وزیر "فضل بن سہل ذوالریاستین" بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ مامون نے کہا، میں سوچ رہا ہوں کہ خلافت اور مسلمانوں کے دوسرے امور آپ کے سپرد کر دوں۔ امامؑ نے قبول نہیں فرمایا۔ مامون نے ولی عہدی کی پیش کش دو مرتبہ امام کی خدمت میں پیش کی۔ امام علیہ السلام نے اس مرتبہ بھی یہ پیش کش رد کر دی۔

مامون نے کہا: "عمر بن خطاب" نے اپنے بعد خلافت کے سلسلے میں چھ آدمیوں پر شوریٰ تشکیل دیا۔ ان چھ آدمیوں میں آپ کے جد امجد حضرت علی ابن ابی طالبؑ بھی ایک فرد تھے۔ عمر نے یہ حکم دیا تھا کہ جو کوئی بھی اس شوریٰ کے فیصلے کی مخالفت کرے اس کو قتل کر ڈالو ــــــ اس وقت آپ کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ آپ میری

پیش کش قبول فرمالیں کیونکہ میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں جانتا۔"

مامون نے اپنی اس گفتگو سے اشارۃً امام علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی۔ امام علیہ السلام نے بحالت مجبوری ولیعہدی کی پیش کش قبول فرمالی اور فرمایا:

"میں ولیعہدی کو اس شرط پر قبول کروں گا کہ نہ کسی بات کا حکم دوں گا اور نہ کسی بات سے منع کروں گا، نہ قاضی بنوں گا اور نہ مفتی۔ نہ کسی کو نصب کروں گا اور نہ کسی کو معزول ہی کروں گا اور نہ کسی چیز میں ردوبدل کروں گا۔"

مامون نے امام علیہ السلام کی تمام شرائط قبول کرلیں۔(۳۸) اور اس طرح اپنی ولی عہدی امام پر تھوپ دی، تاکہ اس چال سے امام کی حرکات وسکنات پر نظر رکھے کہ وہ لوگوں کو اپنی طرف نہ بلاسکیں، اور اس طرح شیعوں اور علویوں کو بھی مطمئن رکھ سکے اور اپنی حکومت کے متزلزل ستونوں کو مستحکم کرسکے۔

"ریان بن صلت" کا بیان ہے کہ: میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "اے فرزند رسول! بعض لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے مامون کی ولی عہدی قبول فرمالی ہے جبکہ آپؑ دنیا کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں فرماتے ہیں اور بالکل دنیا سے کنارہ کش ہیں"!

فرمایا:— "خدا گواہ ہے کہ میں نے خوشی سے قبول نہیں کیا ہے۔ میرے سامنے صرف دو باتیں تھیں: یا ولی عہدی قبول کروں یا قتل ہوجاؤں، لہٰذا میں نے مجبوراً ولی عہدی قبول کرلی..... کیا تم کو یہ نہیں معلوم کہ جناب یوسف علیہ السلام خدا کے پیغمبر تھے، لیکن جب عزیز مصر کے خزانہ کے

خازن بننے کی ضرورت پیش آئی تو انھوں نے اس منصب کو قبول فرمالیا۔ اس وقت میں نے بھی ضرورت کے تحت مجبوراً یہ ولی عہدی قبول کرلی ہے اس کے علاوہ میں نے کوئی ذمہ داری بھی قبول نہیں کی ہے۔ میرا ولیعہدی قبول کرنا قبول نہ کرنے کے برابر ہے (یعنی جو شرائط میں نے رکھی ہیں وہ ایسی ہیں کہ گویا میں نے یہ منصب قبول نہیں کیا ہے) میں خداوند عالم سے ان امور کی شکایت کر رہا ہوں اور اسی سے مدد کا خواہاں ہوں۔" (۳۹)

"محمد بن عرفہ کا بیان ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ "اے فرزند رسول! آپ نے ولی عہدی کیوں قبول فرمائی"؟

فرمایا۔ "بالکل اسی دلیل کے تحت جس طرح میرے جد امجد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو شوریٰ میں شرکت کے لئے مجبور کیا گیا تھا" (۴۰)

امام رضا علیہ السلام کے خادم "یاسر" کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السلام نے ولی عہدی قبول فرمائی تو میں نے دیکھا کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرما رہے تھے:۔

"خدایا تو بہتر جانتا ہے کہ میں نے مجبوراً قبول کیا ہے۔ پس مجھ سے باز پرس مت کرنا۔ جس طرح تو نے اپنے بندے اور اپنے فرستادہ حضرت یوسفؑ سے باز پرس نہ کی جب انھوں نے مصر کی حکومت قبول کی"۔ (۴۱)

امام کے ایک خاص صحابی جو اس ولیعہدی سے خوش نظر آرہے تھے، امام نے ان سے ارشاد فرمایا:

"خوصلہ پست ہو! یہ کام آخر تک نہیں پہونچے گا، اور نہ یہ حالت ہی باقی رہے گی۔" (۴۲)

عدم تعاون

امام علیہ السّلام نے صرف بظاہر ولیعہدی قبول فرمائی تھی مگر حقیقتہً اس کو قبول نہیں کیا تھا، کیونکہ امام علیہ السلام نے یہ شرط کرلی تھی کہ میں کوئی ذمہ داری قبول نہیں کروں گا اور نہ حکومت کے کسی کام میں دخل دوں گا، اور مامون نے یہ تمام شرطیں قبول کرلی تھیں، مگر پھر بھی اس بات کی کوشش میں لگا رہتا تھا کہ بعض امور امام علیہ السلام کے حوالے کردے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے امام کو ذریعہ بنائے لیکن امام علیہ السلام شدت سے اپنے شرائط پر جمے رہے اور کسی بھی کام میں مامون کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔

"معمر بن خلاد" کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے مجھ سے یہ بات بیان فرمائی کہ: "مامون نے مجھ سے کہا کہ میں ایسے افراد کے نام بتادوں جو مورد اعتماد ہوں تاکہ ان شہروں کی حکومت ان کے حوالے کر دوں جن میں آج کل ہنگامے برپا ہیں۔ میں نے مامون سے کہا، تم نے جو شرائط قبول کی ہیں اگر ان کے پابند رہوگے تو میں بھی اپنے وعدے کو وفا کرنا رہوں گا۔ میں نے ولی عہدی اس شرط پر قبول کی ہے کہ میں کسی کو منصوب و معزول نہ کروں، اور نہ روکوں اور ٹوکوں، اور نہ کسی کام میں مشورہ دوں۔ قسم خدا کی خلافت ایسی چیز ہے جس کے بارے میں میں

سوچتا بھی نہیں تھا۔ جس وقت میں مدینہ میں تھا تو میں اپنے مرکب پر سوار ہو کر ادھر ادھر آتا جاتا تھا۔ اہل شہر اور دوسرے لوگ اپنی ضروریات مجھ سے بیان کرتے تھے اور میں ان کی ضروریات پوری کر دیتا تھا، ہم اور وہ اس طرح رہتے تھے جیسے عزیز واقارب رہتے ہیں۔ شہروں میں میرے خطوط کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ جو نعمتیں خداوند عالم نے مجھے عطا فرمائی ہیں تم نے ان میں کچھ اضافہ نہیں کیا ہے۔ ہر وہ نعمت جسے تم اضافہ کرنا چاہتے ہو وہ بھی خدا کی طرف سے ہے جو وہ مجھے عطا کرنا چاہتا ہے۔"

یہ سن کر مامون نے کہا: "میں اپنے عہد پر باقی رہوں گا۔ شرائط کا پابند رہوں گا۔" (۴۳)

جشن ولیعہدی

جب امام علیہ السلام نے ولی عہدی مذکورہ شرائط کے ساتھ قبول فرمائی، اس وقت مامون نے ایک جشن منعقد کیا، تاکہ لوگوں کو اس بات کی خبر کرے اور اس ظاہر داری سے سیاسی فائدہ اٹھائے اور یہ بھی جتائے کہ وہ اس بات سے بہت خوش ہے کہ امام علیہ السلام نے ولی عہدی قبول فرمائی ہے۔ جمعرات کے دن مامون نے اپنے درباریوں کا ایک جلسہ بلایا۔ فضل بن سہل نے باہر جا کر لوگوں کو مطلع کیا کہ مامون نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ولی عہدی کی پیش کش کی تھی اور امام نے اس پیش کش کو قبول فرما لیا ہے۔ اس سلسلہ میں مامون کا یہ حکم ہے کہ تمام لوگ "سبز لباس" پہنیں (یہ علویوں کا مخصوص لباس تھا) اور دوسری جمعرات کو

امامؑ کی بیعت کے لئے حاضر ہوں۔

تمام درباری، فوج کے منصب دار، قاضیان شہر اور دوسرے لوگ سبز لباس پہن کر معین شدہ دن جمع ہو گئے۔ مامون نے امام کے لئے ایک خاص جگہ تیار کرائی تھی۔ مامون بیٹھا اور اس خاص جگہ پر امام علیہ السلام کو بٹھایا، امام تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپ سبز لباس زیب تن کئے ہوئے تھے، سر مبارک پر عمامہ تھا اور شمشیر حمائل کئے ہوئے تھے۔ مامون نے حکم دیا کہ اس کا فرزند عباس بن مامون سب سے پہلے امامؑ کی بیعت کرے امام علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اس طرح آگے بڑھایا کہ اس کی پشت آپ کے چہرہ مبارک کی طرف تھی اور ہتھیلی بیعت کرنے والے کی طرف تھی۔

مامون نے کہا کہ "بیعت کے لئے اپنے ہاتھ کو پھیلایئے"۔

امام نے فرمایا:۔ رسول خدا اس طرح بیعت لیتے تھے"۔

اس کے بعد لوگوں نے امام علیہ السلام کی بیعت کی، اور آپ کا دست مبارک ہر ایک کے ہاتھ کے اوپر تھا۔ اس جلسہ میں پیسے کی تھیلیاں تقسیم کی گئیں۔ مقرروں نے، شاعروں نے امامؑ کی مدح میں اور مامون کے اس اقدام کی تعریف میں تقریریں کیں اور قصیدے پڑھے۔

اس کے بعد مامون نے امام علیہ السلام سے کہا کہ آپ بھی کچھ بیان فرمایئے"۔

امام علیہ السلام نے حمد و ثنائے پروردگار کے بعد لوگوں کو اس طرح مخاطب فرمایا:——

"پیغمبر اسلامؐ کے سلسلے سے ایک حق ہمارا تمہاری گردنوں پر ہے اور اسی نسبت سے تمہارا حق ہمارے اوپر ہے، جس نے

تم ہمارا حق ادا کرو گے تو اس وقت ہم پر بھی لازم ہوگا کہ ہم تمہارے حقوق کا احترام کریں۔"

اس کے علاوہ اور کوئی بات امام علیہ السلام نے اس مجلس میں نہیں فرمائی۔

مامون نے حکم دیا کہ درہموں پر "رضا" کندہ کیا جائے اور رضا نام کے سکے ڈھالے جائیں۔ (۴۴)

نمازِ عید

عید الفطر یا عید قربان کے موقع پر مامون نے امام علیہ السلام کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ نماز عید کی امامت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شرائط میرے اور تمہارے درمیان ہیں ان کا تمہیں علم ہے لہذا مجھے معاف رکھو۔

مامون نے کہا: "اس کام سے میری غرض صرف یہ ہے کہ لوگ مطمئن ہوں اور آپ کی فضیلتوں کو پہچانیں۔"

مامون کا فرستادہ چند بار خدمت امامؑ میں آتا رہا۔ جب مامون کا اصرار بے حد ہوا تو امامؑ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میری خواہش تو یہی ہے کہ مجھے اس کام سے معذور رکھا جائے، لیکن اگر تم میرا عذر قبول نہیں کر رہے ہو اور مجھے مجبوراً یہ کام کرنا ہی پڑے گا تو میں اسی طرح نماز کے لئے باہر نکلوں گا جس طرح رسولِ خداؐ اور امیرالمومنین علیہ السلام نکلے تھے۔

مامون نے امام علیہ السلام کی یہ شرط قبول کر لی اور کہا کہ جس طرح آپ مناسب خیال فرمائیں اس طرح باہر تشریف لائیں۔ مامون نے یہ حکم صادر کیا کہ تمام فوجی منصب دار، تمام درباری اور تمام لوگ کل صبحِ عید امامؑ کے گھر کے

سامنے حاضر ہو جائیں۔

صبح عید ابھی آفتاب طلوع بھی نہیں ہوا تھا کہ کوچہ و بازار لوگوں کے اژدہام سے چھلک اُٹھے، یہاں تک کہ عورتیں اور بچے بھی امامؑ کی زیارت کے لئے جمع ہو گئے تھے اور امام کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ سپہ سالار اپنے سپاہیوں کے ساتھ اپنے مرکبوں پر سوار امام کے گھر کے سامنے کھڑے تھے آفتاب طلوع ہوا، امام نے غسل عید فرمایا، لباس زیب تن کیا اور روئی سے بنا ہوا عمامہ سر مبارک پر باندھا، عمامہ کا ایک سرا سینہ مبارک اور دوسرا سرا پشت سے لاکر کاندھے پر ڈالا، عطر لگایا، عصا دست مبارک میں لیا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا، جو کچھ میں انجام دوں تم لوگ بھی بجا لاؤ۔

اس وقت امام علیہ السلام باہر تشریف لائے، اس حال میں کہ پائجامہ اور کرتے کے دامن کو پنڈلیوں تک اوپر چڑھائے ہوئے تھے۔ چند قدم چلنے کے بعد سر آسمان کی طرف بلند کیا اور تکبیر کہی۔ امام کی تکبیر کے ساتھ آپ کے ساتھیوں نے بھی تکبیر کہی۔ دولت سرا کے دروازے پر پہونچ کر امام رک گئے۔

سپہ سالاروں اور سپاہیوں نے امام کو جب اس حال میں دیکھا تو فوراً اپنے مرکب سے زمین پر کود پڑے، اپنے جوتے اتار دیئے اور برہنہ پا زمین پر کھڑے ہو گئے۔

امام علیہ السلام نے تکبیر کہی اور آپ کے ساتھ جمع کثیر نے بھی تکبیر کہی۔ اس وقت ایسا سماں بندھا ہوا تھا کہ معلوم ہو رہا تھا کہ زمین و آسمان سب ایک ساتھ تکبیر کہہ رہے ہیں، شہر مرو میں ہر طرف شور و گریہ کی آوازیں بلند تھیں۔

فضل بن سہل نے جب یہ حالت دیکھی تو فوراً مامون کو جاکر یہ خبر دی کہ "اے امیر! اگر اس طرح "رضا" مصلے تک پہونچ گئے تو فوراً ایک انقلاب برپا ہو جائیگا

اور اس وقت ہماری جان کی خیر نہیں ہے۔ تم فوراً ان تک یہ پیغام بھیجو کہ وہ واپس جائیں۔

مامون نے امامؑ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ ہم نے آپ کو اتنی زحمت بہت دی اب آپ کو مزید زحمت دینا نہیں چاہتے ہیں، لہٰذا اب آپ گھر تشریف لے جائیں اور جو شخص اب تک نماز پڑھاتا چلا آرہا ہے وہی نمازِ عید پڑھائے گا۔

امامؑ نے حکم دیا کہ ان کی نعلین لائی جائے۔ امامؑ نے نعلین پہنی اور سوار ہوکر واپس تشریف لے آئے۔ (۴۵) مامون کی منافقت اور اس کی عوام فریبی سے لوگ مطلع ہو گئے اور انھیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ وہ جو کچھ برتاؤ امامؑ کے ساتھ کرتا ہے وہ صرف ظاہر داری ہے۔ یہ سارا کام صرف اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے۔

بحث و مناظرہ

مامون کی مکارانہ سیاست نے امام علیہ السلام کے خلاف کئی حیلے سوچ رکھے تھے۔ یہ دیکھ کر مامون کو سخت کوفت ہوتی تھی کہ امامؑ کی ہر دلعزیزی بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ امامؑ کی معنوی عظمت و بزرگی مامون کی کوفت میں اور اضافہ کردیتی تھی۔ مامون نے امام کی عظمت اور ہر دلعزیزی کو کم کرنے کی خاطر یہ حیلہ سوچا کہ اس وقت کے پایہ کے علماء اور دانش وروں کو جمع کیا جائے اور امام ان سے بحث و مناظرہ کریں۔ اگر کوئی ایک عالم بھی امام پر فوقیت لے گیا تو امام کی عظمت و بزرگی کو کم کرنے بلکہ ختم کرنے کے لئے بہت کافی ہوگا، اور

اس طرح امام کا علمی وزن بھی لوگوں کو معلوم ہو جائے گا ـــــ لیکن یہ حربہ بھی مامون کے حق میں سودمند ثابت نہ ہوا بلکہ مامون کی شرمندگی اور ذلت کا سبب بنا۔ امامؑ کے علم و دانش کا آفتاب اس طرح چمکتا تھا کہ مامون روز بروز آتش حسد میں بھنا جاتا تھا۔

جناب شیخ صدوقؒ جو ایک عالی قدر فقیہ اور بلند پایہ محدث ہیں جو آج سے ہزار سال قبل زندگی بسر کر رہے تھے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ـــــ

"مامون مختلف مذاہب کے متکلموں اور متعدد گمراہ افراد کو جمع کرتا تھا، اور اس کی دلی تمنا یہ تھی کہ یہ لوگ کسی طرح امام پر غلبہ حاصل کریں۔ یہ اسی رشک و حسد کا نتیجہ تھا جو مامون کے دل میں امام علیہ السلام کی طرف سے موجود تھا۔ لیکن حضرت جس سے بھی بحث و گفتگو فرماتے تھے وہ امام علیہ السلام کی عظمت و بزرگی کا قائل ہو جاتا تھا اور امام کے قائم کردہ استدلال کے سامنے تسلیم ہو جاتا تھا"...... (۴۰)

"نوفلی" کا بیان ہے کہ: "مامون نے فضل بن سہل کو یہ حکم دیا کہ مختلف مذاہب کے علماء اور قاضی بلائے جائیں جیسے "جاثلیق"۔ "رأس الجالوت"۔ "صابئین"۔ "ہربذ اکبر"۔ "نسطاس رومی" اور دوسرے متکلموں کو اکٹھا کیا جائے[1]۔ "فضل" نے

---

[1] جاثلیق عیسائی علماء کا سربراہ، رأس الجالوت یہودی علما کا سربراہ، صابئین فرشتہ پرست یا ستارہ پرست یا وہ لوگ جو کسی دین یا شریعت کے معتقد نہیں ہیں۔ ہربذ یہ ہربد کا معرب ہے، آتش کدہ کا خادم یا آتش پرستوں کا قاضی، نسطاس رومی طبیب، متکلمان وہ لوگ جو عقائد کے موضوعات پر بحث و گفتگو کرتے ہیں۔

ان تمام افراد کو یک جا کیا۔

"یاسرؒ جو امامؑ کے کام کیا کرتا تھا، اس کے ذریعہ مامون نے امام کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو مختلف مذاہب کے افراد کے ساتھ گفتگو فرمائیں، امام نے جواب دیا کہ میں کل آؤں گا۔ جب یاسر واپس چلا گیا تو امام نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

"اے نوفلی! تم عراقی ہو اور عراقی ہوشیار ہوتے ہیں، مامون نے جو مشرکوں اور مختلف عقیدوں کے افراد کو جمع کیا ہے اس سے تم کیا سمجھتے ہو"؟

عرض کیا: "آپ پر قربان ہو جاؤں، وہ آپ کو آزمانا چاہتا ہے اور آپ کا علمی وزن دریافت کرنا چاہتا ہے"....

فرمایا: "کیا تمھیں اس بات کا خوف ہے کہ وہ میری دلیل کو غلط قرار دے دیں گے"؟

عرض کیا: "بخدا نہیں۔ مجھے ہرگز اس بات کا خوف نہیں ہے، مجھے اُمید ہے کہ خدا آپ کو ان سب پر غلبہ عطا فرمائے گا۔"

فرمایا۔ "کیا تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ مامون کس وقت شرمندہ ہوگا"؟

عرض کیا: "جی ہاں"!

فرمایا: "مامون اس وقت شرمندہ ہوگا جب میں اہل توراۃ پر توراۃ سے، اور اہل انجیل پر انجیل سے، اہل زبور پر زبور سے، صابئین سے ان کی عبرانی زبان میں، آتش پرستوں سے ان کی فارسی زبان میں، رومیوں سے ان کی زبان میں، اور دوسرے صاحبانِ عقائد و مذاہب کے ساتھ ان کی زبان میں، ان پر استدلال کروں، دلیلیں قائم کروں اور ان سے گفتگو کروں۔ اور جس وقت میں نے ہر ایک کی دلیل کو غلط و باطل قرار دیا اور ان پر غلبہ حاصل کیا اور وہ لوگ اپنے

عقائد سے دست بردار ہو کر میری بات کو قبول کریں گے ——— اس وقت مامون کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ جس مسند خلافت پر وہ تکیہ دیے ہوئے ہے وہ ہرگز اس کا مستحق نہیں ہے، اور یہ مسندِ خلافت اس کے لئے زیبا نہیں ہے۔ اس وقت مامون شرمندہ اور پشیمان ہوگا۔" اس کے بعد امامؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ......"

دوسرے روز صبح امام علیہ السلام ان کی محفل میں تشریف لائے.... یہودی عالم "راس الجالوت" نے کہا۔ ہم آپ سے صرف وہی باتیں قبول کریں گے جو آپ توراتِ موسیٰؑ، انجیلِ عیسیٰؑ، زبورِ داؤدؑ اور ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے صحیفوں سے پیش کریں گے۔[1] حضرت نے یہ پیش کش قبول فرمائی۔ اور آپ نے پیغمبر اسلامؐ کی نبوت کے ثبوت کے لئے تورات، انجیل اور زبور سے تفصیل سے استدلال فرمایا، اور سب نے حضرت کی تصدیق کی۔ حضرت نے دوسروں سے بھی گفتگو فرمائی اور ہر ایک کو خاموش کر دیا اور فرمایا۔ "اگر تم میں کوئی مخالف ہے یا کوئی سوال کرنا چاہتا ہے تو بے جھجک سوال کرے۔"

"عمران صابی" جس کا بحث و مناظرے اور علم کلام میں کوئی جواب نہ تھا، اس نے کہا۔ "اے مرد دانشمند! اگر خود آپ نے سوال کرنے کی دعوت نہ دی ہوتی تو میں سوال نہ کرتا۔ میں کوفہ، بصرہ، شام اور جزیرہ گیا ہوں اور وہاں کے

---

[1] راس الجالوت یہودی تھا اور انجیل پر ایمان نہیں رکھتا تھا، لیکن اس کے بارے میں معلومات ضرور رکھتا تھا۔ عیسائیوں کے سامنے امام علیہ السلام کو آزمانے کے لئے اس نے امام سے یہ پیشکش کی تھی کہ آپ انجیل سے بھی استدلال کریں۔

علما اور متکلموں سے گفتگو کی ہے لیکن کوئی بھی میرے لئے آج تک خدا کی وحدانیت ثابت نہ کرسکا۔"

امام علیہ السلام نے عمران صابی کے لئے تفصیل سے خدا کی وحدانیت کی دلیلیں پیش کیں[۱]۔ جن کو سن کر عمران مطمئن ہوگیا، اور کہنے لگا "اے میرے سردار! مجھے یقین ہوگیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا اسی طرح ہے جس طرح آپ نے بیان فرمایا ہے اور محمدؐ اللہ کے بندے ہیں جو لوگوں کی ہدایت کے لئے صحیح دین کے ساتھ مبعوث کئے گئے ہیں۔" اس کے بعد وہ قبلہ رُخ ہو کر سجدے میں گر گیا اور اسلام لایا۔

متکلموں نے جب عمران صابی کی گفتگو سنی تو پھر کوئی سوال نہ کیا۔ دن کے آخری حصے میں یہ نشست برخاست ہوگئی، مامون اٹھ کھڑا ہوا، اور امام علیہ السلام گھر تشریف لے گئے اور دوسرے تمام لوگ متفرق ہوگئے۔ (۲۷)

شہادتِ امامؑ

آخر کار مامون نے امام علیہ السّلام کے قتل کا ارادہ کرلیا، کیونکہ اسے اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ وہ کسی بھی صورت میں اپنے ناپاک اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے امام علیہ السلام کو وسیلہ و ذریعہ نہیں بنا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ امام علیہ السّلام کی عظمت و بزرگی اور ان کی ہر دلعزیزی میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ جس قدر مامون امام علیہ السلام کو گرانے کی سعی و کوشش کرتا تھا

---

[۱] امام علیہ السلام کی تفصیلی اور عمیق گفتگو تفصیل کے ساتھ کتاب "توحید صدوق" میں مذکور ہے۔

اتنا ہی امام علیہ السلام کی عظمت و بزرگی میں اضافہ ہوتا تھا۔ مامون کو اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ جتنا وقت گذرتا جائے گا اتنا ہی امام کی حقانیت اور مامون کا حربہ وحیلہ اور فریب کارانہ سیاست آشکارا تر ہوتی جائے گی۔ اس کے علاوہ بنی عباس اور ان کے بہی خواہ بھی مامون سے اس وجہ سے ناراض تھے، کہ اس نے امام علیہ السلام کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنی اس مخالفت کے اظہار کے لئے بغداد میں "ابراہیم بن مہدی عباسی" کے ہاتھوں بیعت کرلی تھی۔ انھیں وجوہات کی بناء پر مامون کی حکومت پر مختلف جہات سے خطرات منڈلا رہے تھے۔ لہٰذا مامون نے امام علیہ السلام کو قتل کرنے کی فکر کی کہ امام علیہ السلام کو مخفیانہ طور سے قتل کردیا جائے۔ اس بنا پر مامون نے امام علیہ السلام کو زہر دے دیا تاکہ امام سے نجات مل جائے اور بنی عباس اور ان کے بہی خواہ بھی اس کے طرفدار ہوجائیں اور ان کی حمایت اسے حاصل ہوسکے امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد مامون نے جو خط بنی عباس کو لکھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"تم اس بات پر اعتراض کرتے تھے کہ میں نے ولی عہدی کا منصب علی بن موسیٰ الرضا کے سپرد کیوں کردیا ہے۔ تم مطلع ہو کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے اب تم میری اطاعت کرو"۔ (۴۸)

مامون اس بات کی کوشش کر رہا تھا کہ امام رضا علیہ السلام کی خبر شہادت ان کے چاہنے والوں تک نہ پہونچے۔ اپنی ظاہر داری اور عوام فریبی سے یہ سعی کر رہا تھا کہ اس واقعہ سے اپنے کو الگ کرلے اور یہ ظاہر کرے کہ امام علیہ السلام کا انتقال ان کی طبعی موت سے ہوا ہے، لیکن حقیقت نہ چھپ سکی امامؑ کے مخصوص اصحاب اور آپ کے چاہنے والوں کو اس کا علم ہوگیا کہ امامؑ

کی شہادت میں کس کا ہاتھ رنگین ہے۔

امام علیہ السلام کے بہت ہی مخصوص صحابی جناب "اباصلت ہروی" کی ایک گفتگو حقائق کو بے نقاب کر دیتی ہے، جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام اور مامون کے تعلقات کیا تھے؟ اور کس طرح امام علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی ہے۔

"احمد بن علی انصاری" کا بیان ہے کہ میں نے "اباصلت" سے پوچھا کہ مامون تو امام علیہ السلام کا اس قدر احترام کرتا تھا اور ان کی دوستی کا اظہار کرتا تھا اور ان کو اپنا ولیعہد بھی بنایا تھا، ان تمام باتوں کی بنا پر یہ بات کیونکر ممکن ہے کہ مامون ہی نے امام علیہ السلام کے قتل کا اقدام کیا ہے اور ان کے قتل کی سبیل کی ہو۔؟

اباصلت نے کہا: مامون نے امام علیہ السلام کی عظمت و بزرگی کا شاہدہ کیا تھا لہٰذا وہ ظاہراً امامؑ کا احترام کرتا تھا اور ان کو دوست رکھتا تھا، اور ولیعہد اس لئے بنایا تھا تاکہ لوگوں پر یہ ثابت کر سکے کہ امامؑ دنیادار ہیں جس کی بنا پر امام کی عظمت لوگوں کی نگاہوں میں کم ہو جائے گی۔ لیکن مامون نے جب یہ دیکھا کہ اس کا یہ حربہ بھی ناکام ہو گیا، کیونکہ امام کے زہد و تقویٰ میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ لوگوں نے امام سے صرف پرہیزگاری اور پاکیزگی دیکھی، جس کی وجہ سے امام کی عظمت و بزرگی میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا، اور امام کی ہر دلعزیزی کا دائرہ وسیع ہوتا رہا۔ مامون نے مختلف شہروں سے علماء اور متکلموں کو جمع کیا، صرف اس امید میں کہ ان میں سے کوئی ایک امامؑ پر غالب آ جائے اور امام کا جو علمی وقار قائم ہے اس میں کمی ہو جائے اور علماء کی نگاہوں میں امام کی منزلت گر جائے اور امام کی علمی کم مائیگی کا شہرہ

دوسروں تک پہونچ جائے، لیکن کوئی ایک بھی یہودی، عیسائی، آتش پرست، صابئین، کافر، دہری اور مسلمانوں کے دیگر فرقوں کے علما، غرضیکہ جس نے بھی امام علیہ السلام سے گفتگو کی، امام اس پر غالب آئے اور اس کو اپنے استدلال سے مطمئن کیا اور جب ایسا ہوا تو لوگ کہنے لگے: "خدا کی قسم مامون سے کہیں زیادہ امام علیہ السلام مسند خلافت کے لئے سزاوار ہیں۔" یہ ساری باتیں مامون کے جاسوس اس تک پہونچاتے رہتے تھے۔ یہ باتیں سُن کر مامون کو غصّہ آجاتا تھا اور آتشِ حسد میں کُھن جاتا تھا، اس کے علاوہ امام علیہ السلام حق بات کہنے سے کبھی بھی نہیں ڈرتے تھے، مامون کے سامنے بے دھڑک حق بات کہتے تھے، خواہ وہ بات مامون کو کتنی ناگوار ہی کیوں نہ گذرے، اس سے مامون کے حسد میں اور اضافہ ہوجاتا تھا اور اس کا بغض وکینہ اور بڑھ جاتا تھا۔ مامون کے تمام حربے جب ناکام ہو گئے اور ہر جگہ اس کو ہزیمت اُٹھانا پڑی اور ہر محاذ پر رُسوا ہونا پڑا تو مامون نے امام رضا علیہ السلام کو خفیہ طریقے سے زہر دیدیا۔"(۴۹)

یہی "اباصلت" جو امام علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور امام علیہ السلام کے دفن میں بھی شریک تھے انھیں کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام جب "مرو" سے بغداد واپس تشریف لے جارہے تھے تو امام جب "طوس" پہونچے اس وقت مامون نے انگور میں امام کو زہر دے دیا اور اس طرح امام علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی ہے۔" (۵۰)

جس جگہ ہارون دفن ہے اسی بقعہ میں ہارون کے سرہانے امام کا جسد مطہر سپرد خاک کردیا گیا۔ امام رضاؑ کی شہادت ۲۰۳ھ میں صفر کے آخری دن واقع ہوئی، اس وقت امام کا سن مبارک ۵۰ سال تھا۔

خدا، پیغمبروں، پاکیزہ افراد، صالح اشخاص سب کا درود و سلام ہو امام

امام علی رضاؑ
کی رُوحِ مقدس پر۔

تاریخ کا سکوت اور واقعات کی تحریف اس بات کا سبب ہے کہ بہتیرے ستم گروں اور ظالموں کا صحیح چہرہ سامنے نہ آسکا اور ان کے مظالم کی دُرست عکاسی نہ ہوسکی۔ یہ تاریخ کی خیانت ہی ہے جس کی بنا پر مامون عباسی کی صحیح تصویر آنے والوں کے لئے واضح نہ ہوسکی۔ مامون کی رذالت، خباثت اور حیلہ بازی صرف یہ نہ تھی کہ اس نے امام علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کیا تھا، بلکہ امام علیہ السلام کے بہت سے چاہنے والوں، علویوں، اور شیعوں کی نامور شخصیتوں اور وفادار ہستیوں کو بھی قتل کرایا تھا یا ان کو شہروں، صحراؤں اور پہاڑوں پر شہر بدر کر دیا تھا، ان لوگوں پر عرصۂ حیات اس قدر تنگ ــــ اور ان کا جینا اتنا دشوار کر دیا تھا کہ وہ لوگ گم نامی اور دربدری کی زندگی بسر کرتے تھے، ان میں سے بہتوں کو تو شہید کر دیا تھا اور بہتیرے گم نامی کی حالت میں اس دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔ تاریخ کے صفحات میں ان افراد کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا، بعض کے متفرق حالات اور پراگندہ تذکرے بعض شیعوں کی زبانی آج بھی تاریخ عالم میں ثبت ہیں۔

امامؑ کے چند اقوال

تبرک کے لئے اور امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے بے پناہ علم و دانش سے استفادہ کرنے کی خاطر امام علیہ السلام کے چند اقوال ذیل کی سطروں میں نقل کر رہے ہیں:۔

(۱) المرء مخبوء تحت لسانہٗ۔ انسان کی شخصیت اس کی

زبان میں پوشیدہ ہے، جب وہ گفتگو کرتا ہے اس وقت اس کی شخصیت نمایاں ہوتی ہے۔ (۵۱)

(۲) التدبیر قبل العمل یومنك من الندم۔ کام انجام دینے سے پہلے اس کے بارے میں غور و فکر کرنا تمھیں شرمندگی سے محفوظ رکھے گا۔ (۵۲)

(۳) مجالسة الاشرار تورث سوء الظن بالاخیار۔ برے و بدکار کی ہم نشینی انسان کو نیک و صالح افراد سے بھی بدظن کر دیتی ہے (۵۳)

(۴) بئس الزاد الی المعاد العدوان علی العباد۔ بندگان خدا سے دشمنی بدترین توشۂ آخرت ہے۔ (۵۴)

(۵) ماھلك امرء عرف قدرہ۔ جو شخص اپنی قدر و منزلت کو پہچانتا ہے وہ ہرگز ہلاک نہیں ہوگا۔ (۵۵)

(۶) الھدیة تذھب الضغائن من الصدور۔ تحفہ دلوں سے کینہ ختم کر دیتا ہے۔ (۵۶)

(۷) اقربکم منی مجلسا یوم القیمة احسنکم خلقا وخیرکم لاھله۔ قیامت کے دن تم میں سے وہی شخص مجھ سے زیادہ نزدیک ہوگا دنیا میں جس کا اخلاق سب سے اچھا ہوگا اور جو اپنے گھر والوں کے لئے نیکوکار ہوگا۔ (۵۷)

(۸) لیس منا من خان مسلما۔ جو مسلمانوں کے حق میں خیانت کرے وہ ہم سے نہیں ہے (۵۸)

(۹) المؤمن اذا غضب لم یخرجه غضبه عن حق۔ مومن غصہ کے عالم میں بھی حق کے حدود سے تجاوز نہیں کرتا ہے۔ (۵۹)

(۱۰) ان اللہ یبغض القیل والقال واضاعۃ المال وکثرۃ السؤال۔ خداوند عالم قیل وقال، مال کے ضائع کرنے اور بے وجہ زیادہ سوال کرنے کو پسند نہیں کرتا ہے۔(۶۰)

(۱۱) مردم دوستی نصف عقل ہے۔ (۶۱)

(۱۲) سخت ترین کام تین چیزیں ہیں:۔۱۔ انصاف وحق گوئی خواہ اپنے ہی خلاف کیوں نہ ہو۔ ۲۔ ہر حال میں خدا کو یاد کرنا۔ ۳۔ برادرانِ ایمانی کے ساتھ مال میں بھی برابری کے حقوق کا قائل ہونا(۶۲)

(۱۳) سخی وہ غذائیں کھاتا ہے جو لوگ اس کے لئے آمادہ کرتے ہیں تاکہ لوگ اس کی تیار کردہ وآمادہ کردہ غذائیں تناول کریں۔ (۶۳)

(۱۴) قرآن خداوند عالم کا کلام ہے اس سے گریز مت کرو، کہیں اور ہدایت تلاش نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔(۶۴)

امامؑ کے جوابات

سوال کیا گیا کہ:۔ خدا کس طرح ہے اور کہاں ہے؟

امام نے فرمایا:۔ اصلاً یہ تصور ہی غلط ہے۔ خدا نے مکان کو پیدا کیا۔ جبکہ وہ خود مکان نہ رکھتا تھا، خدا نے کیفیت کو پیدا کیا جبکہ وہ خود کیفیت (وترکیب) سے دُور تھا، لہٰذا خدا مکان اور کیفیت سے نہیں پہچانا جا سکتا وہ احساس میں نہیں سما سکتا، کسی چیز پر اس کا قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی چیز سے اس کو شابہت دی جا سکتی ہے۔

—— خدا کس زمانے میں موجود ہوا۔؟

امام: یہ بتاؤ کہ خدا کس زمانہ میں نہیں تھا تاکہ میں بتاؤں کہ خدا کس وقت وجود میں آیا ہے۔

—— دُنیا کے حادث (یعنی یہ دُنیا پہلے نہ تھی بعد میں وجود میں آئی) ہونے کی کیا دلیل ہے۔؟

امام: تم نہ تھے بعد میں وجود میں آئے، اور اس کا بھی تمہیں علم ہے کہ تم نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا ہے اور جو تمہارا جیسا ہے اس نے بھی تم کو پیدا نہیں کیا ہے۔

—— آیا یہ ممکن ہے کہ آپ خدا کے صفات بیان کریں۔؟

امام: جس نے خدا کی صفت بیان کی قیاس سے وہ ہمیشہ گمراہ ہے اور جو کچھ کہتا ہے وہ صحیح نہیں ہے، میں خدا کے بارے میں اس طرح صفت بیان کروں گا اور اس طرح اس کی تعریف کروں گا جس طرح اس نے خود اپنی تعریف و توصیف کی ہے، بغیر اس کے کہ اس کی کوئی شکل و صورت میرے ذہن میں ہو۔ لایدرك بالحواس۔ خدا کا ادراک حواس کے ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ ولا یقاس بالناس اور نہ لوگوں پر اس کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ معروف بغیر تشبیہ۔ وہ بغیر کسی تشبیہ و مماثلت کے پہچانا جاتا ہے عظمت و بلندی کے عالم میں بھی سب سے نزدیک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے کوئی بھی مخلوق اسکی مثل نہیں ہے۔ ولا یجور فی قضیتہ۔ وہ اپنے فیصلہ میں کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ نشانیوں کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔ (۶۵)

___ آیا زمین بغیر کسی حجت و امام کے رہ سکتی ہے۔؟

امام:۔ اگر پل بھر بھی زمین حجت و امام سے خالی ہوجائے تو تمام زمین والے فوراً دھنس جائیں۔

___ آیا ممکن ہے کہ آپ کچھ کشادگی (امام عصرؑ) کے بارے میں بیان فرمائیں۔؟

امام:۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ کشادگی کا انتظار کرنا بھی کشادگی کا ایک جز ہے۔

___ نہیں مجھے نہیں معلوم آپ مجھے تعلیم فرمایئے۔

امام:۔ ہاں! کشادگی کا انتظار کرنا بھی کشادگی ہے۔ (۶۶)

___ ایمان اور اسلام کیا ہے۔؟

امام:۔ حضرت باقر العلوم امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: ایمان کا مرتبہ اسلام سے بالاتر ہے، تقویٰ ایمان سے بالاتر ہے یقین تقویٰ سے بھی بالاتر ہے' اور جو چیز لوگوں کے درمیان سب سے کم تقسیم کی گئی ہے وہ یقین ہے۔ (۶۷)

___ یقین کیا ہے۔؟

امام:۔ خداوند عالم پر مکمل بھروسہ' اس کے ارادے کے سامنے کاملاً تسلیم، اس کے حکم پر رضامندی' اور اپنے تمام امور خدا کے سپرد کر دینا۔ (اسی سے بہتری طلب کرنا) (۶۸)

___ عُجب (خود پسندی) جس سے کہ اعمال فاسد و باطل ہوجاتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔؟

امام:۔ عُجب کے درجات ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ انسان برے کام کو

اچھا و نیک سمجھے اور اس سے راضی رہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ واقعاً اس نے نیک کام انجام دیا ہے اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ بندہ اپنے خدا پر ایمان لاتا ہے اور اس کے بعد خدا پر احسان جتاتا ہے کہ وہ خدا پر ایمان لے آیا ہے، جبکہ احسان جتانا صرف خداوند عالم کا حق ہے۔ (۶۹)

— حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: "وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ" (تاکہ اطمینان قلب حاصل ہو جائے) تو جناب ابراہیمؑ کے دل میں کوئی شک و تردید تھا۔؟

امامؑ:۔ نہیں! بلکہ ابراہیم علیہ السلام کو مکمل یقین تھا، جناب ابراہیم کا مقصد یہ تھا کہ خداوند عالم ان کے یقین میں مزید اضافہ فرمائے۔ (۷۰)

— لوگوں نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام سے کیوں دوری اختیار کی اور کیوں دوسروں کی طرف توجہ کی؟ جبکہ ہر ایک مولا کے فضائل و کمالات اور پیغمبر اسلامؐ سے ان کی قربت سے بخوبی واقف تھا۔؟

امام:۔ امیر المومنین علیہ السّلام نے ان کے والدین، بھائی، چچا اور دوسرے رشتہ دار، جو خدا و رسولؐ سے جنگ کرنے آئے تھے، ان سب کو قتل کیا تھا۔ جس کی بنا پر یہ لوگ مولا سے کینہ اور دشمنی رکھتے تھے، انھیں یہ بات پسند نہ تھی کہ امیر المومنین علیہ السّلام ان کے ولی اور رہبر ہوں، لیکن حضرت کے علاوہ دوسروں کی

نسبت لوگوں کے یہ احساسات نہیں تھے۔ کیونکہ مولائے کائنات امیرالمومنین علیہ السلام کے علاوہ کسی اور نے خدا و رسولؐ کی راہ میں ایسا جہاد نہیں کیا تھا اور کسی کو یہ منزلت حاصل نہ تھی اس لئے لوگوں نے مولائے کائنات امیرالمومنین علیہ السلام سے دُوری اختیار کی اور دوسروں کی آغوش میں پناہ لی۔ (۷۱)

خدایا! بطفیلِ محمدؐ و آلِ محمدؐ
ہماری توفیقات میں برابر اضافہ فرماتا رہ۔ اور ہمیں پل بھر بھی بے کار مت رکھ۔
پروردگارا۔ بطفیل صدیقہ طاہرہؑ
یوسفِ فاطمہ زہراؑ کے ظہور میں
تعجیل فرما۔

عابدی
۲۴ ربیع المولود ۱۴۰۲ھ
فیض آباد

مآخذ

(۱) کافی ج ۱ ص۴۸۶، اعلام الوریٰ ص۳۰۲، ارشاد شیخ مفید ص۲۸۵،
قاموس الرجال ج ۱۱ ص۳۱۔

(۲) ان خاتون کا دوسرا نام تکتم ہے۔

(۳) اعلام الوریٰ ص۳۰۲

(۴) اعلام الوریٰ ص۳۰۴

(۵) اعلام الوریٰ ص۳۰۵، کافی جلد ۱ ص۳۱۶

(۶) اعلام الوریٰ ص۳۱۴

(۷) اعلام الوریٰ ص۳۱۵

(۸) کافی ج ۶ ص۲۸۳

(۹) مناقب ج ۴ ص۳۶۲

(۱۰) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص۱۷۴

(۱۱) کافی ج ۸ ص۲۳۰

(۱۲) کافی ج ۶ ص۲۹۸

(۱۳) مناقب ج ۴ ص۳۶۰

(۱۴) کافی ج ۵ ص۲۸۸

(۱۵) معجم رجال الحدیث ج ۲ ص۲۳۷۔ رجال کشی ص۵۸۸

(۱۶) کافی جلد ۱ ص۴۸۷

(۱۷) کافی ج ۸ صـ۲۵۷

(۱۸) تاریخ ابن اثیر ج ۶ صـ۲۲۷

(۱۹) الامام الرضا۔ محمد جواد فضل اللہ صـ۹۱ نقل از تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۲۸۴ ـ ۳۰۸

(۲۰) حیاۃ الامام الرضا، جعفر مرتضیٰ الحسینی ص ۲۱۳ ـ ۲۱۴، بحار الانوار ج ۴۹ ص ۱۳۹، مسند امام رضا ج ۱ ص ۷۷ ـ ۷۸۔ عیون اخبار ج ۲ صـ۱۵۳۔

(۲۱) حیاۃ الامام الرضا صـ۲۱۴، بحار ج ۴۹ صـ۲۹۰، عیون اخبار ج ۲ ص ۲۳۹۔

(۲۲) حیاۃ الامام الرضا صـ۲۱۴، کشف الغمہ ج ۳ صـ۹۲، مسند امام رضا ج ۱ صـ۱۷۸، عیون اخبار ج ۲ صـ۲۱۹

(۲۳) حیاۃ الامام الرضا صـ۲۱۵، رجال ممقانی ج ۱ صـ۹۷، عیون اخبار ج ۲ ص ۲۱۲

(۲۴) حیاۃ الامام الرضا صـ۳۶۴، ابی فراس کے قصیدۂ میمیہ کی شرح صـ۱۹۶ عیون اخبار ج ۲ صـ۱۷۰، بحار ج ۴۹ صـ۱۸۳، مسند امام رضا ج ۲ صـ۹۶

(۲۵) بحار ج ۴۹ صـ۱۸۹

(۲۶) کافی ج ۱ صـ۴۸۹، منتھی الآمال

(۲۷) بحار ج ۴۹ صـ۹۱، عیون اخبار الرضا ج ۲ صـ۱۶۸

(۲۸) عیون ج ۲ ص ۱۸۱ ـ ۱۸۲

(۲۹) بحار جلد ۴۹ صـ۱۱۸

(۳۰) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۳۱
(۳۱) ” ” ” ج ۲ ص ۱۳۲-۱۳۳
(۳۲) ” ” ” ج ۲ ص ۱۳۴
(۳۳) بحار ج ۴۹ ص ۱۲۷
(۳۴) بحار ج ۴۹ ص ۱۲۵، عیون اخبار ج ۲ ص ۱۳۵
(۳۵) ” ج ۴۹ ص ۱۲۵، عیون اخبار ج ۲ ص ۱۳۵
(۳۶) ” ج ۴۹ ص ۱۲۵، ” ” ج ۲ ص ۱۳۵-۱۳۶
(۳۷) ارشاد مفید ص ۲۹۰
(۳۸) ارشاد مفید ص ۲۹۰
(۳۹) علل الشرائع ص ۲۲۷-۲۲۸، عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۳۸
(۴۰) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۴۱
(۴۱) امالی صدوق ص ۴۲
(۴۲) ارشاد مفید ص ۲۹۲
(۴۳) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۶۴
(۴۴) ارشاد مفید ص ۲۹۱-۲۹۲
(۴۵) ارشاد مفید ص ۲۱۳-۲۱۴، عیون اخبار ج ۲ ص ۱۴۸-۱۴۹
(۴۶) بحار ج ۴۹ ص ۱۷۵-۱۷۶
(۴۷) توحید صدوق ص ۴۲۷-۴۲۹، اثباۃ الهداۃ ج ۲ ص ۴۵-۴۹
(۴۸) طبری ج ۱۱ ص ۱۰۳۰، البدایہ والنهایہ ج ۱۰ ص ۲۴۹ اور دوسری کتابیں
نقل از حیاۃ الامام الرضا ص ۳۴۹
(۴۹) عیون اخبار ج ۲ ص ۲۴۱

(۵۰) عیون اخبار ج ۲ ص ۲۳۵

(۵۱) سے (۵۶) تک۔ مسند امام الرضا ج ۱ ص ۲۹۱۔۲۹۴

(۵۷) (۵۸) (۵۹) " " " ج ۱ ص ۲۹۴۔۳۰۵

(۶۰) (۶۱) (۶۲) " " " ج ۱ ص ۲۸۵۔۲۹۰

(۶۳) (۶۴) " " " ج ۱ ص ۲۹۴۔۳۰۵

(۶۵) مسند امام الرضا ج ۱ ص ۱۰۔۴۷

(۶۶) " " " ج ۱ ص ۲۲۷

(۶۷) " " " ج ۱ ص ۲۵۸

(۶۸) " " " ج ۱ ص ۲۵۸

(۶۹) " " " ج ۱ ص ۲۸۵

(۷۰) " " " ج ۱ ص ۳۱۵

(۷۱) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۸۱

رہنمائے کتاب

ائمہ علیہم السّلام کے سیاسی کردار پر
ایک منفرد پیشکش
آمریت کے خلاف
ائمہ طاہرینؑ کی جدوجہد
تصنیف
مولانا سیّد علی شرف الدین موسوی
جس میں
ائمہؑ کے سیاسی کردار کے اثبات اور ائمہؑ کے اس لائحہ عمل اور طریقہ کار
پر روشنی ڈالی گئی ہے جو آپ نے ہر دور کے آمروں اور طواغیت کے خلاف اختیار کیا
بہترین کتابت
دیدہ زیب سرورق
عمدہ کاغذ
۲۰۰ صفحات
قیمت ۳۰/- روپے
دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

ائمہ علیہم السلام کے سیاسی کردار پر
ایک منفرد پیشکش
آمریت کے خلاف
ائمہ طاہرینؑ کی جد و جہد
تصنیف
مولانا سید علی شرف الدین موسوی
جس میں
ائمہؑ کے سیاسی کردار کے اثبات اور ائمہؑ کے اس لائحہ عمل اور طریقہ کار
پر روشنی ڈالی گئی ہے جو آپ نے ہر دور کے آمروں اور طواغیت کے خلاف اختیار کیا
بہترین کتابت
دیدہ زیب سرورق
عمدہ کاغذ
۲۰۰ صفحات
قیمت ۳۰/- روپے
دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان
۲-بی - ۵/۲ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی